مفتی سعید احمد پالنپوری
کی فقہی بصیرت

حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری رحمہ اللہ کی فقہی اور حدیثی بصیرت، آپ کے علمی آراء، آپ کی تحریر سے لکھے گئے اور آپ کی تقریر میں بیان کئے گئے اپنے احوال، لوگوں کی اصلاح کے لئے بیان کی گئیں یا لکھی گئیں تنقیدات وغیرہ کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر...... جامعۃ القراءات، کفلیۃ

فہرست رسالہ ''مفتی سعید احمد پالنپوری کی فقہی بصیرت''

پیش لفظ..	۱۳
پہلا باب.....حضرت کے حالات اور معمولات..........................	۱۴
حضرت کا طالب علمی کے زمانہ میں ایک مدرسہ سے اخراج.................	۱۴
حضرت کے استاذ شیخ محمود عبدالوہاب قدس سرہ کا عجیب واقعہ...............	۱۴
استاذ کی خدمت، اور رات کو جلدی اٹھنا...........................	۱۵
اشعار کا ذوق اور استاذ کی نصیحت پر اس کا ترک........................	۱۵
رنگون کا سفر اور مشہور مندر کے دیکھنے کی فرمائش پر حضرت کا انکار.............	۱۶
ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت اور ان کی مسجد میں بیان کی سعادت..	۱۶
میدان عرفات میں خیمہ ہی میں رہنا اور جبل رحمت کے قریب نہ جانا.........	۱۷
پان کھانے کا واقعہ اور ایک معمول..................................	۱۷
میں سلفی، اشعری اور ماتریدی تینوں ہوں..............................	۱۷
اگر پانی اور مٹی نہ ہوں تو نماز کا حکم اور آپ کا عمل.........................	۱۹
کیا رکوع سے اٹھتے وقت امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے؟ اور آپ کا عمل........	۲۰
دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ اور آپ کا عمل........	۲۰
حضرت کا قرآن کریم کے تمام نشانات رکوع پر غور کرنا اور نتیجہ نکالنا..........	۲۰
باوضو مسجد جانے کی فضیلت میں شاہ صاحب کی تحقیق، اور آپ کا معمول......	۲۱
یوم الشک کا روزہ، اور حضرت کا اپنے آپ کو عوام میں شمار کرنا................	۲۲
دعائے قنوت اور حضرت کا عمل....................................	۲۲

احرام کی دو رکعت اور تلبیہ پڑھنے میں آپ کا معمول	۲۲
دن کی نماز میں قرأت سری اور رات کی نماز میں جہری کیوں؟	۲۳
اذان ثانی کا جواب زبان سے یا دل سے؟ اور آپ کا عمل	۲۴
تکبیر تشریق سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی کہنی چاہئے، اور آپ کا عمل	۲۴
حجاج عرفات جاتے ہوئے تلبیہ پڑھیں یا تکبیر تشریق؟ اور آپ کا عمل	۲۵
سجدۂ سہو میں بوقت ضرورت امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل	۲۵
آپ پر حدیث کو حجت نہ ماننے کا بہتان	۲۶
حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا آپ کی بات پر آغاز دار العلوم کا جشن ملتوی فرمانا.....	۲۷
آپ کی درخواست پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا رجوع	۲۸
مولانا اشرف علی باقوی اور مولانا محمد سالم صاحب کی تقریر اور آپ کا رد	۲۹
آپ کی بات پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا فیصلہ تبدیل فرمانا	۳۰
تفسیر ''ہدایت القرآن''	۳۱
آپ ﷺ کا تفسیر ''ہدایت القرآن'' کو پورا کرنے اور مدرسہ میں پڑھانے کا حکم فرمانا	۳۲
آپ فتوی کیسے دیں؟ کی خصوصیت	۳۲
عرفات میں جمع بین الصلوتین اور حضرت کی رائے	۳۳
سچے تاجر کی فضیلت اور اہل علم میں حضرت کی خصوصیت	۳۳
دوسرا باب......حضرت کے علمی آراء	۳۵
اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور حضرت کی رائے	۳۵
سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم اور آپ کا تجربہ پر مبنی ایک مشورہ	۳۵

حرمین شریفین میں عورتوں کا جانا اور آپ کی رائے........................	۳۶
سورج گہن اور عذاب قبر میں مقارنت اتفاقی ہے........................	۳۷
آپ کا استنباط کہ: حج کرنے سے ایمان پر مہر لگ جاتی ہے........................	۳۷
تہجد کے وقت کامل اور ہلکے وضو کی روایت اور آپ کا رجحان........................	۳۸
مجھے شہید کی نماز جنازہ میں امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب زیادہ پسند ہے...........	۳۸
شوہر کو ستانے والی کے لئے حور کا پیغام اور اس حدیث سے آپ کا استنباط.....	۳۸
جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے یا نہیں؟ امام احمد کی تطبیق مجھے زیادہ پسند ہے.....	۳۹
پختہ قبریں بنانے، ان پر کتبے لگانے، ان پر گنبد بنانے کی ممانعت کی وجہ.......	۳۹
میرے نزدیک محرم وِکس لگا سکتا ہے........................	۴۲
کسی نومسلم کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں یا دو بہنیں ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور اس مسئلہ میں آپ کی رائے........................	۴۲
دوسری شادی میں نئی دلہن کی باری کا مسئلہ اور آپ کی رائے........................	۴۳
آپ کی رائے کہ: منیٰ مکہ سے خارج ہے........................	۴۳
متبرک چیزوں کی توہین مؤمن کی شان نہیں، اور کعبہ کی تصویر والے مصلے.....	۴۴
اگر خوف فتنہ نہ ہو تو عورت تنہا سفر کر سکتی ہے........................	۴۴
مسافت سفر شرعی میل ہے انگریزی نہیں........................	۴۵
ریل، بس اور کار میں نفل نماز بیٹھ کر اور بلا قبلہ رو پڑھنے کا مسئلہ........................	۴۵
رجوع........................	۴۶
حق کی پیروی کریں، میرے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں........................	۴۶
متفرقات........................	۴۷

ایک اہم قاعدہ: سند کی صحت کے لئے مضمون کی صحت لازم نہیں	۴۷
امام بخاری رحمہ اللہ منسوخ روایتیں کیوں لائے ہیں؟	۴۸
امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مکرر حدیث لانے کی نہیں، پھر ۱۵۰۰ر سے زائد احادیث مکرر کیوں ہیں؟	۴۸
عشر کے مسئلہ میں اختلاف پر حیرت	۴۹
شہید کی نماز جنازہ پر روایات خاموش، اس پر حیرت	۵۰
زمانہ حال کے مسلمانوں کے لئے زریں اصول والی حدیث	۵۱
مؤمن کی روح قرض میں کیسے پھنسی رہتی ہے، اس پر اپنا ایک واقعہ	۵۱
حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کا کبھی کبھی مغرب سے پہلے نفل پڑھنا	۵۲
مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت	۵۳
لطیفہ..... کھڑے ہو کر پیشاب کی سنت عورتوں کے لئے بھی ہے؟	۵۳
پکی ہوئی مچھلی کے ڈبہ پر دھوکہ کا لیبل	۵۴
سفر نامہ ابن بطوطہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ جھوٹا نہیں ہے	۵۴
تیسرا باب..... تنقیدات	۵۶
سجدۂ سہو کے دو مسئلوں کے مروج عمل پر تنقید	۵۶
حدیث کا کتب فقہ یا تفسیر یا بزرگوں کے ملفوظات میں پایا جانا کافی نہیں	۵۷
قنوت کی دعائیں حدیث میں دو منقول ہیں اس لئے ایک ہی پر اکتفا ٹھیک نہیں	۵۷
پبلک مقامات میں عورتوں کے لئے علیحدہ نماز کا انتظام ہونا چاہئے	۵۸
حکایات اولیاء آنکھ بند کر کے نہیں مان لینی چاہئیں	۵۸
تسبیح فاطمی حقیقت میں تسبیح فقراء ہے، اور تسبیح فاطمی دوسری ہے	۵۹

بزرگوں کی قبروں پر جانا دیوبندیت نہیں..........	۵۹
قبروں پر مراقبہ، اور ذکر جہری یہ سب باتیں غیر ثابت ہیں..........	٦٠
فجر وعصر میں ائمہ کو مقتدیوں کی طرف پوری طرح منہ کر کے بیٹھنا چاہئے......	٦١
طلبہ مہمانان رسول ہیں یا سارے مسلمانوں کے مہمان ہیں؟..........	٦١
اب مسجد میں ذراسی تاخیر پر بھی امام کا انتظار نہیں کرتے، یہ صحیح نہیں ہے......	٦١
ہم نے سحری میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے نبوی طریقہ چھوڑ دیا..........	٦٢
نماز کے بعد دعا کا ترک صحیح نہیں ہے..........	٦٢
مدارس میں دارالافتاء کا جال..........	٦٣
دیوبندیت کا امتیاز مٹ رہا ہے، اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج..........	٦٣
مسجد کے احاطہ اور مدرسہ میں بزرگوں کی تدفین منع ہے..........	٦۴
یہ پروپیگنڈہ کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا..........	٦۴
ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟..........	٦۵
دعوت وتبلیغ والوں کا جہاد کے فضائل اپنے کام پر چسپاں کرنا صحیح نہیں..........	٦٦
تبلیغ والوں کا نمازیوں کا خیال رکھے بغیر نماز کے بعد اعلان شروع کر دینا.....	٦٩
تبلیغی احباب کہتے ہیں: دعوت کے کام پر جہاد کا ثواب ملے گا، یہ صحیح نہیں.....	٦٩
چوتھا باب......حدیث میں بصیرت کی مثالیں..........	۷٠
ترمذی کی دو روایتوں میں الجھن اور حضرت کی فہم..........	۷٠
تسبیحات نوافل کے بعد پڑھے یا فرضوں کے بعد؟ اور حضرت کی رائے......	۷١
حدیث سونے سے پہلے وتر پڑھ لو سے کیا مراد ہے؟ اور حضرت کی رائے......	۷٢
ظہر سے پہلے سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں یا دو؟ اور حضرت کی رائے..........	۷٢

میرے نزدیک ''عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں'' کی توجیہ........................	۷۳
ایک حدیث سے میں نے یہ سمجھا کہ احکام کی تشریع کی صورتیں یہ ہیں..........	۷۴
اولیائی تحت قِبَابِی لا یعرفھم غیری' موضوع روایت ہے..................	۷۵
بیعت کے وقت عورت کے ہاتھ پکڑنے کی روایات معتمد علیہ نہیں..............	۷۶
کیا حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں؟.........	۷۶
علماء سوء سے عام مسلمان بہتر ہیں، یہ صحیح نہیں..............................	۷۸
فاسق کی اذان توبہ کے بعد مکروہ نہیں..	۷۸
عمامہ باندھ کر نماز کی فضیلت والی روایت کا حکم..............................	۷۹
پانچواں باب......حضرت رحمہ اللہ کی فقہی بصیرت............................	۸۰
حائضہ کا قرآن کریم کے کلمات کو الگ الگ کر کے پڑھنا........................	۸۰
ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو وغیرہ کا شمار حاجت اصلیہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟.......	۸۰
حقیقی تملیک کے بغیر زکوۃ کا حیلہ حیلہ نہیں، ڈھونگ ہے........................	۸۰
مفت خوری کی عادت پڑنے کا شبہ ہو تو زکوۃ نہیں دینی چاہئے....................	۸۱
متولی کا اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے پیسہ کو قرض لینا........................	۸۱
مسجد کی دیواروں پر ''یا غوث اعظم دست گیر'' لکھنا درست نہیں.................	۸۱
مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینا......................................	۸۲
ادب و منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا پڑھنا.................................	۸۲
قبور پر پھول اور سبز پتے چڑھانا..	۸۳
فقہ کی کتابوں کے بیع سلم کے جزئیات دور اول کے ہیں........................	۸۳
فارم مال متقوم ہے، اس کی بیع کا حکم..	۸۳

لائف انشورنس جائز نہیں، املاک کا انشورنس جائز ہے..................	۸۵
غیر موسم میں دس روپے کے دو من گیہوں قرض دینا اور موسم میں تین من لینا..	۸۶
''نیوتا'' اور ''جہیز'' کی رسم ممنوع ہے..............................	۸۶
طیب خاطر نہ ہونے کا شبہ ہو تو ہدیہ نہ لینا بہتر ہے.......................	۸۷
ہبہ بالعوض میں رجوع نہیں ہوسکتا..	۸۷
قاضی کا قضا پر اجرت لینا..	۸۷
جھینگا حلال ہے یا حرام؟..	۸۸
عورت کی ملک میں زیور وغیرہ بقدر نصاب ہے تو قربانی واجب ہے.........	۹۰
خنثی جانور کی قربانی جائز نہیں..	۹۰
اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کے ثواب کا مسئلہ..............	۹۱
میٹھا اور نمکین دونوں طرح کے کھانے ہوں تو ابتدا کس سے کرے؟...........	۹۲
عورتوں کے لئے غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی..........................	۹۲
مجلس میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو کس طرف سے شروع کرے؟................	۹۲
جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپھی کے لڑکوں سے پردہ..............	۹۳
عورت کے لئے حجاب ہے، اور وہ تین مرحلوں میں ہے........................	۹۴
ایسا لباس پہن کر کشتی لڑنا جس میں ستر نہ چھپے جائز نہیں.....................	۹۷
خطیب کا منبر پر اور مقرر کا اسٹیج پر سلام کرنا..................................	۹۷
ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہئے کہ سحر قطعی حرام ہے......................	۹۸
ضرورۃً بینک میں پیسے رکھنے کی اجازت ہے....................................	۹۸
حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں..................................	۹۸

زانی کی اولاد میراث کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟............................	۹۹
''امداد الفتاوی'' کے حواشی کی مثالیں..	۹۹
فاسق کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ اور بلوائیوں کے قصہ سے اشکال........	۱۰۰
رمضان کی عشاء تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا............	۱۰۱
جماعت ثانیہ کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم......................................	۱۰۲
نماز کے انتظام اور امام و مؤذن کے تقرر والی بازار کی مسجد میں جماعت ثانیہ..	۱۰۴
جس امام کے ثنایا علیا نہ ہوں، ایسے امام کی اقتدا کا حکم........................	۱۰۶
امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے یا نہیں؟............	۱۰۶
عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول میں سے اصح قول................................	۱۰۷
کیا نماز کی حالت میں عینک لگا رکھنا مکروہ ہے؟..................................	۱۰۸
کیا مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے؟......................................	۱۰۸
تراوح بین القدمین کے مسئلہ پر تسامح..	۱۰۹
آج کے دور میں سنتوں کو مسجد میں پڑھنا افضل ہے..............................	۱۱۰
تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور نا جائز ہے......	۱۱۲
شبینہ میں ممانعت کا حکم ہی احوط ہے...	۱۱۲
تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو؟......................	۱۱۳
امام قعدہ سے کھڑا ہو جائے تو مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے........................	۱۱۴
مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو پہلے کی قضا نمازوں کا حکم..........................	۱۱۴
مقیم مسافر امام کے پیچھے شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟..........................	۱۱۵

سورۂ فاتحہ پڑھی اور سورت پڑھے بغیر رکوع کرلیا تو؟	۱۱۶
ترک واجب سے دوبارہ پڑھی گئی نماز میں نو وارد کی شرکت	۱۱۶
سجدۂ تلاوت ایک ساتھ کرے یا ہر آیت پر اسی وقت کرے؟	۱۱۷
محض نکاح سے وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں؟	۱۱۷
نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیسے سلام پھیرے؟	۱۱۸
مسواک مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے	۱۱۸
عورت کے لئے علک کا استعمال جائز ہے	۱۱۹
پھایہ کان کے نرمہ یا سوراخ میں رکھا ہو تو مسح کا حکم	۱۱۹
سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی تفصیل	۱۲۰
گردن کے مسح کے بارے میں علماء کی آراء	۱۲۰
کیا جنابت کی حالت میں بال کتروانا اور ناخن ترشوانا مکروہ ہے؟	۱۲۱
کپڑے پر دھبا اور وجوب غسل کی چودہ صورتیں	۱۲۲
مسجد کی زمین پر تیمّم کرنے کا حکم	۱۲۳
جرابوں پر مسح کے بارے میں حدیث مجمل و مبہم ہے	۱۲۵
زخم سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے؟ اور کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۲۶
مرغی کو ذبح کے بعد گرم پانی میں جوش دینا	۱۲۷
شہد میں چوہا گر کر مر جائے تو	۱۲۷
مرغی کو ذبح کے بعد گرم پانی میں جوش دینا	۱۲۷
چاند، سورج کی طرف پاخانہ پیشاب کے وقت منہ کرنا مکروہ ہے	۱۲۸

فرج کی رطوبت اور ایک تحقیقی حاشیہ........................	۱۲۸
عشاء کا وقت غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہو جانا' قاعدہ کلیہ نہیں................	۱۳۱
گھڑی دیکھ کر نماز کی جماعت کھڑی کر دینے کا التزام بدعت نہیں ہے........	۱۳۱
اذان کے بعد دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے........................	۱۳۲
ڈوبنے کے خوف اور امراض کے عموم کے وقت اذان..................	۱۳۳
اقامت میں حیعلتین میں تحویل وجہ........................	۱۳۳
جمعہ کی کونسی اذان سے بیع مکروہ ہے؟........................	۱۳۴
کیا منبر اور اذان کی جگہ مسجد میں داہنی جانب ہو؟....................	۱۳۷
غیر معتدل ممالک میں غروب وشفق کا مسئلہ........................	۱۳۸
اقامت کا جواب امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوۃ سب دیں..............	۱۳۹
تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کی ادنی مقدار........................	۱۴۱
سرین ایک عضو ہے یا دو؟........................	۱۴۲
نماز میں ایک سورت کے فاصلہ کا حکم........................	۱۴۲
زلۃ القاری کے تدارک کے بعد صحت صلوۃ کا حکم..................	۱۴۵
آبادی سے دور رہنے والے اور گھر پر نماز پڑھنے والے کے لئے اذان.......	۱۴۷
مضحی پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی..................	۱۴۷
حکومت کا وظیفہ لینا جائز ہے، اس پر ایک شبہ اور اس کا جواب..............	۱۴۹
سونے چاندی کے دانت لگے ہونے کی حالت میں نماز جائز ہے............	۱۴۹
جس ریسٹورنٹ میں حرام گوشت استعمال ہوتا ہو اس کی آمدنی حرام ہے......	۱۴۹

بینک اور حرام اشیاء بیچنے والے ریسٹورنٹ میں ملازمت کا حکم............	۱۵۰
آفس سے سیدھے مسجد آنے والوں کا کوٹ، پتلون پہن کر نماز پڑھنا..........	۱۵۰
مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ٹوٹنے میں کس قول پر فتوی دینا چاہئے............	۱۵۰
حلال جانور کی سات چیزیں کھانا مکروہ ہے اور ''فتاوی رحیمیہ'' کا تسامح.......	۱۵۱

فہرست رسالہ ''مفتی سعید احمد پالنپوری''

تعزیتی عریضہ بروفات: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ	۱۵۶
حضرت کے چند اوصاف وکمالات........................	۱۵۸
تصنیفی خدمات........................	۱۵۸
حق گوئی میں علماء دیوبند کے حقیقی وارث........................	۱۶۲
مَجاز (بفتح المیم) نہیں، مُجاز (بضم المیم) ہے........................	۱۶۳
اہل تبلیغ آپ کو دیوبندی کہتے ہیں؟ دیوبند سے انہوں نے کیا رابطہ رکھا ہے؟.	۱۶۳
آج کل کے تعزیتی جلسے ناجائز ہیں........................	۱۶۴
کیا عورتوں کا گھر میں اعتکاف کرنا ثابت ہے؟........................	۱۶۶
آپ کے کچھ حالات ومعمولات........................	۱۶۶
بلا معاوضہ تدریسی خدمات........................	۱۶۸
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بدوی کے اشعار............	۱۶۹
سفر کی موت شہادت کی موت ہے........................	۱۶۹
جنازہ میں کم شریک ہونے والوں کی تعداد کے چند تاریخی واقعات..........	۱۷۱
رمضان میں موت کی فضیلت........................	۱۷۳

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اہل علم اور اہل عقیدت کی طرف سے دسیوں مضامین لکھے گئے، سینکڑوں تعزیتی مکتوبات ارسال کئے گئے، اور شعراء نے مرثیے کہے۔ راقم الحروف نے بھی ایک طویل عریضہ تعزیتی عنوان سے لکھ کر ان کے صاحبزادگان کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جو اس رسالہ کے آخر میں شامل ہے۔ الحمد للہ اس عاجز کو حضرت رحمہ اللہ کی تصانیف دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالی نے آپ کو جملہ فنون آلیہ کے ساتھ ساتھ تفسیر، حدیث اور فقہ تینوں علوم عالیہ میں بصیرت اور فہم کامل نصیب فرمایا تھا۔ خیال آیا کہ حضرت کی حدیثی مہارت کے چند نمونے، اور فقہی بصیرت کے کچھ اقتباسات جمع کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کروں۔ یہ اوراق اسی خیال کا نتیجہ ہیں۔ ان میں حضرت رحمہ اللہ کے وہ احوال جمع کئے گئے ہیں جو آپ کے قلم سے لکھے گئے ہیں یا آپ کی زبان سے بیان ہوئے ہیں۔ آپ کی مختلف علمی آراء بھی پیش کی گئی ہیں۔ ''امداد الفتاوی'' اور ''فتاوی دار العلوم'' سے آپ کی فقہی بصیرت کے عمدہ نمونے جمع کئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ ناظرین ان اوراق سے حضرت کے علمی آراء، حدیث پاک میں کمال بصیرت، اور فقہ میں مہارت کے نمونے پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔

اللہ تعالی اس مختصر کاوش کو قبول فرمائے، اور راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت و ذریعہ نجات بنائے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت مرحوم کو درجات عالیہ عطا فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، آپ کی لغزشات کو مبدل بحسنات فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۶/ ذو القعدہ ۱۴۴۱ھ، مطابق: ۸/ جولائی ۲۰۲۰ء، بروز بدھ

پہلا باب......حضرت کے حالات اور معمولات

حضرت کا طالب علمی کے زمانہ میں ایک مدرسہ سے اخراج

اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ:

ایک ذہین طالب علم کا کسی معمولی بات پر ایک مدرسہ سے اخراج ہوگیا، تو اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اس نے داخلہ کی بحالی کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ مجبور ہو کر اس نے ایک بڑے ادارہ (دار العلوم دیوبند) میں داخلہ لیا، وہاں محنت سے پڑھا اور اول نمبر سے کامیاب ہوا، پھر وہ وہاں مدرس رکھ لیا گیا اور رفتہ رفتہ شیخ الحدیث بن گیا۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ ص۸۴ ج۳)

یہ طالب علم کون تھا، خود حضرت رحمہ اللہ تھے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں　　　گفتہ می آید در حدیث دیگراں

اس کی صراحت آپ نے ترمذی کی شرح میں کی ہے، فرماتے ہیں:

نوٹ:...... میں نے ظاہری اور باطنی پہلو کے سلسلہ میں رحمۃ اللہ الواسعۃ (۳:۸۴) میں اپنا ایک واقعہ لکھا ہے، طلباء اس کو بھی دیکھ لیں تو بات اور واضح ہو جائے گی۔

(تحفۃ الالمعی ص۳۵۰ ج۲)

حضرت کے استاذ شیخ محمود عبد الوہاب قدس سرہ کا عجیب واقعہ

اپنے استاذ کا واقعہ ذکر فرمایا کہ:

میرے استاذ شیخ محمود عبد الوہاب مصری قدس سرہ جب فرض نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے تو سخت گرمیوں میں بنیان پہنتے، اس پر توب (لمبا کرتہ) پہنتے، اس پر عباء پہنتے

اور اوپر سے شال اوڑھتے اور دولہا بن کر آتے اور سکون سے نماز پڑھتے، پسینہ بہتا رہتا مگر کبھی نہیں کھجلاتے تھے۔ ہندوستان کی گرمی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی، پورے بدن میں گرمی کے دانے نکل آتے تھے، تاہم یہ اہتمام کرتے تھے۔ پھر جب کمرہ میں لوٹتے تو سارے کپڑے بڑی ناگواری سے اتار دیتے۔ ایک دن میں نے عرض کیا یہ لمبا کرتہ کافی ہے، آپ عباء کیوں پہنتے ہیں اور شال کیوں اوڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: سعید مجھے اللہ تعالی سے شرم آتی ہے۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا۔ (تحفۃ الالمعی ص۱۶۳ ج۲)

استاذ کی خدمت، اور رات کو جلدی اٹھنا

میں حضرت مصری صاحب قدس سرہ کا خادم تھا، میں نے حفظ بھی ان سے کیا ہے، میں اس زمانہ میں دارالافتاء کا طالب علم تھا اور ان سے حفظ کرتا تھا، جب وہ تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو میں ان سے پہلے اٹھتا تھا، اور سردیوں میں ان کے لئے پانی گرم کرتا تھا، پھر حضرت استاذ رحمہ اللہ کو وضو کراتا، جب وہ تہجد کے لئے کھڑے ہوجاتے تو میں دروازہ بند کر کے اپنے کمرہ میں جا کر سبق یاد کرتا، جب میں سبق یاد کر کے لوٹتا تو وہ ابھی پہلی ہی رکعت میں کھڑے ہوتے، میں آہستہ سے دروازہ کھول کر اقتداء کر لیتا۔ (تحفۃ القاری ص۵۶۹ ج۲)

اشعار کا ذوق اور استاذ کی نصیحت پر اس کا ترک

فرمایا: جب میں مظاہر علوم سہارنپور میں طالب علم تھا اور ابھی نابالغ تھا، اس وقت جنون کی حد تک مشاعرے سننے کا شوق پیدا ہو گیا تھا، اور خود بھی تک بندی کرتا تھا ''واصل'' تخلص رکھ رکھا تھا، حضرۃ الاستاذ مولانا مفتی محمد یحیی صاحب قدس سرہ جو میرے سرپرست تھے، میرے حال سے واقف ہوئے انہوں نے مجھے بلا کر یہ حدیث سنائی:

''یہ بات کہ تم میں سے ایک کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یقیناً اس سے بہتر ہے کہ وہ

اشعار سے بھر جائے''۔

اس کے بعد میرا حال یہ ہوگیا کہ میں نے وہ سب کا پیاں پھاڑ کر پھینک دیں جن میں مشاعرے لکھ رکھے تھے، اور وہ ہزاروں اشعار جو مجھے یاد تھے رفتہ رفتہ بھول گیا۔ اور اب یہ حال ہوگیا کہ اشعار پڑھتا ہوں تو وزن ٹوٹ جاتا ہے، صحیح شعر نہیں پڑھ سکتا، بلکہ پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہوں، **فالحمد لله على ذلک ، وجزى الله استاذی خیرا ، وغفر له و برّد مضجعه**۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۹۷/۵۹۸ ج ۶)

رنگون کا سفر اور مشہور مندر کے دیکھنے کی فرمائش پر حضرت کا انکار

رنگون کے سفر کا واقعہ بیان فرمایا کہ: میں رنگون گیا تھا وہاں بدھسٹوں کا ایک بہت بڑا مندر ہے، دنیا بھر کے لوگ اسے دیکھنے آتے ہیں، مجھ سے بھی دوستوں نے اس کو دیکھنے کے لئے کہا، میں نے منع کر دیا، کیونکہ وہاں چاروں طرف گوتم بدھ کی مورتیاں ہیں، وہاں جانے کا کوئی جواز نہیں۔ پھر وہ مجھے ایک جھرنا دکھانے کے لئے لے گئے جو پہاڑ کے اندر سے بہتا ہے، جب اس کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ چاروں طرف بدھا کی تصویریں ہیں، میں نے احباب سے کہا: واپس چلو، مجھے جھرنا نہیں دیکھنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا ہے کہ: چرچوں میں تصویریں اور مجسمے ہوتے ہیں، اس لئے ہم چرچوں میں نہیں جاتے۔ (تحفۃ القاری ص ۲۷۶ ج ۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت اور ان کی مسجد میں بیان کی سعادت

حضرت رحمہ اللہ طائف کی مسجد عباس میں تشریف لے گئے، اور وہاں بیان بھی فرمایا، اور وہاں ایک بڑا کتب خانہ ہے اس کو بھی دیکھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت بھی کی۔ (تحفۃ القاری ص ۳۲۴ ج ۲)

میدانِ عرفات میں خیمہ ہی میں رہنا اور جبلِ رحمت کے قریب نہ جانا

اب چونکہ ہر سال لاکھوں آدمی حج کرتے ہیں اور وہ سب جبل رحمت کے قریب ٹھہر نہیں سکتے، اس لئے پریشانی سے بچنے کے لئے اور عبادت میں یکسوئی حاصل کرنے کے لئے میں تو جبل رحمت کے قریب جانے کی کوشش نہیں کرتا، خیمہ ہی میں وقوف کرتا ہوں تا کہ دلجمعی کے ساتھ عرفہ کے کاموں میں مشغول رہ سکوں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۸۵ ج ۳)

پان کھانے کا واقعہ اور ایک معمول

اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ: جب میں راندیر میں تھا تو فجر کی اذان کے بعد تفریح کے لئے نکلتا تھا، گھر میں پان دان تھا، مگر راستہ میں ایک ہندو کی پان کی دکان کھل جاتی تھی، اس لئے ہمیشہ اس کے یہاں سے پان کھا کر آگے بڑھتا تھا، ایک دن میں نے بہت دور سے دیکھا: ایک گائے دکان کے سامنے سے گذری، اور پیشاب کر رہی ہے، دکاندار ایک لوٹا لے کر آیا اور گائے کے پیشاب کو لے کر کچھ چونے میں کچھ کتھے میں اور باقی دکان میں چھڑکنے لگا۔ اس دن سے میں کسی ہندو کی دوکان سے لکویڈ (liqvid) چیز نہیں کھاتا، کیونکہ جس قوم کے نزدیک گائے کا پیشاب تبرک ہے، وہ معلوم نہیں اس کا استعمال کس کس چیز میں کرے گی۔ (تحفۃ الالمعی ص ۱۴۴/۱۴۵ ج ۵)

میں سلفی، اشعری اور ماتریدی تینوں ہوں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

سب سے پہلا سلفی میں ہوں، لیکن میں اشعری بھی ہوں، اور ماتریدی بھی، تینوں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اس طرح کہ اللہ تعالی کی تمام صفات کو جو قرآن وحدیث میں آئی

ہیں میں مانتا ہوں، قرآن میں ہے: ﴿أَاَمِنتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ﴾ پس میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں، چنانچہ ہم جب بھی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تو ہم انگلی اوپر کی طرف کرتے ہیں، زمین کی طرف نہیں کرتے، مگر اللہ تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں، میں اللہ کا عرش بھی مانتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے کو بھی مانتا ہوں، لیکن کوئی پوچھے کہ اس کی کیفیت کیا ہے؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا۔ اسی طرح اللہ کا چہرہ بھی ہے، ہاتھ بھی ہے، پنڈلی بھی ہے، میں یہ سب باتیں مانتا ہوں، مگر کوئی پوچھے کہ وہ کیسے ہیں؟ تو میں یہ بات نہیں جانتا۔

پس میرا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے، تنزیہ کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی مشابہت سے پاکی بیان کرنا، پس کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہمارے جیسا نہیں، اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہمارے چہرے جیسا نہیں۔ اور تفویض کا مطلب ہے صفات کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی صفات کو بہتر جانتے ہیں، یہی اصل سلفیت ہے، اور علماء دیوبند اسی کے قائل ہیں۔

لیکن بیمار ذہنوں کو مطمئن کرنے کے لئے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی مناسب تاویل کو بھی جائز کہتا ہوں، یعنی درجۂ احتمال میں مطلب بیان کرنے کو بھی جائز کہتا ہوں، مگر ضروری نہیں کہتا، پس اگر کوئی کہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ زمین پر جو کچھ ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار ذوالجلال والاکرام کا چہرہ ہی باقی رہنے والا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی تو ایسا کہنا جائز ہے، صرف جائز ہے، فرض نہیں، کیونکہ تاویل درجہ احتمال میں ہوتی ہے، وہ فرض و واجب نہیں ہوتی۔ اسی طرح پنڈلی کھولی جائے گی اور لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں، تو

کافر سجدہ نہیں کر سکیں گے، یعنی جس دن اللہ تعالی کی خاص تجلی ظاہر ہوگی اور میدان محشر میں لوگوں سے کہا جائے گا کہ اس تجلی کے سامنے سجدہ کرو تو جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالی کو سجدہ کیا ہوگا، وہی سجدہ کریں گے اور جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالی کو سجدہ نہیں کیا یعنی کفار وہ اس تجلی کے ظاہر ہونے پر سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ غرض پنڈلی کو تجلی تعبیر کرنا جائز ہے، اگر ایسا مطلب بیان کیا جائے تو سننے والے جو بیمار ذہن رکھتے ہیں وہ یہیں رک جائیں گے، اس سے آگے ادھر ادھر کی نہیں سوچیں گے۔ (علمی خطبات ص ۱۲۸ ج ۱)

اگر پانی اور مٹی نہ ہوں تو نماز کا حکم اور آپ کا عمل

اگر کسی کے پاس اسباب طہارت (پانی اور مٹی) نہ ہوں تو کیا کرے؟ چونکہ یہ مسئلہ منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہے اس لئے اس میں بہت اختلاف ہوا ہے، ہر امام کی رائے الگ ہے، امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لا یصلی و یقضی '' فی الحال نماز نہیں پڑھے گا بعد میں قضا کرے گا، اس لئے کہ حدیث میں ہے: ''لا تقبل صلوۃ بغیر طھور '' اور جب آلۂ پاکی موجود نہیں تو فی الحال نماز نہیں پڑھے گا، بلکہ جب پانی یا مٹی پر قادر ہوگا تب وضو کرکے یا تیمّم کرکے نماز قضا کرے گا۔

اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ''لا یصلی بل یتشبہ بالمصلین و یقضی '' فی الحال نماز نہیں پڑھے گا، البتہ نماز کی شکل بنائے گا، یعنی پاک جگہ پر کھڑا ہوگا، قبلہ رو ہوگا، تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے گا، رکوع سجدہ کرے گا، سلام پھیرے گا، مگر پڑھے گا نہیں، بس نمازیوں کی مشابہت اختیار کرے گا، اور بعد میں قضا کرے گا، اور فتوی صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔ مگر میں جب کبھی ایسی نوبت پیش آتی ہے تو (بس یا ریل میں ازدحام کی صورت میں) تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرتا ہوں، اور بعد میں قضا کرتا

ہوں۔(تحفۃ الالمعی ص ۱۸۶ ج ۱)

کیا رکوع سے اٹھتے وقت امام تسمیع اور تحمید دونوں کہے؟ اور آپ کا عمل

رکوع سے کھڑے ہوتے وقت امام صرف تسمیع کہے گا اور مقتدی صرف تحمید۔ یہ رائے امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک امام تسمیع وتحمید دونوں کو جمع کرے گا اور مقتدی صرف تحمید کرے گا۔ میرا عمل صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔ اور یہ اختلاف صرف جماعت کی نماز میں ہے، تنہا نماز پڑھنے والا دونوں کو جمع کرے گا خواہ وہ فرض پڑھ رہا ہو یا نفل۔(تحفۃ الالمعی ص ۶۱ ج ۲۔ تحفۃ القاری ص ۱۱۹ ج ۳)

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ اور آپ کا عمل

دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہئے یا بعد میں؟ اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل مختلف تھا، اور یہ اختلاف جواز وعدم جواز کا نہیں ہے، بلکہ افضلیت اور غیر افضلیت کا ہے۔ میرا عمل یہ ہے کہ جب میں رکوع سے پہلے دعا پڑھنا بھول جاتا ہوں تو رکوع کے بعد قومہ میں دعا پڑھ لیتا ہوں، اور سجدۂ سہو نہیں کرتا، اگر چہ فقہ میں اس صورت میں سجدۂ سہو ضروری لکھا ہے۔(تحفۃ الالمعی ص ۳۲۱ ج ۲)

حضرت کا قرآن کریم کے تمام نشانات رکوع پر غور کرنا اور نتیجہ نکالنا

قرآن کریم میں رکوع کی علامات مشائخ بخارا نے لگائی ہیں، پورے قرآن میں پانچ سو چالیس رکوع ہیں، اور حاشیہ پر رکوع کی علامت ''ع'' بنائی گئی ہے۔ اور یہ تقسیم معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے تاکہ بے پڑھے لوگ جان سکیں کہ کہاں مضمون پورا ہوتا ہے اور کہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔(فتاوی تاتارخانیہ ص ۴۷۹ ج ۱)

میں نے تمام رکوعوں میں غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سب رکوع ٹھیک جگہ پر لگائے گئے ہیں۔صرف سورۂ واقعہ کا پہلا رکوع صحیح جگہ نہیں لگا، کیونکہ آیت ﴿ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ﴾ اصحاب یمین کے تذکرے کا آخری حصہ ہے، اس لئے رکوع ایک آیت کے بعد لگنا چاہئے تھا، باقی تمام رکوع ٹھیک جگہوں پر لگے ہیں، ہاں بعض ایسی جگہیں ضرور ہیں جہاں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر رکوع یہاں کے بجائے وہاں لگتا تو بہتر ہوتا۔(تحفۃ الالمعی ص۱۰۷ج۲)

باوضو مسجد جانے کی فضیلت میں شاہ صاحب کی تحقیق، اور آپ کا معمول

باوضو مسجد جانے کی فضیلت میں ہے کہ: اللہ تعالی ہر قدم پر ایک گناہ معاف فرماتے ہیں، ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

اس حدیث پر فرمایا کہ: ایک زمانہ تک میرا خیال تھا کہ اس حدیث میں وضو کی قید بمنزلہ شرط ہے، یعنی مذکورہ ثواب اسی صورت میں حاصل ہوگا جبکہ وضو کر کے مسجد جائے، اگر بے وضو گھر سے نکلا ہے، چاہے مسجد میں جانے ہی کے لئے نکلا ہو، مذکورہ ثواب حاصل نہیں ہوگا چنانچہ طالب علمی کے زمانہ سے میرا معمول یہ ہے کہ میں گھر سے وضو کر کے مسجد جاتا ہوں، طالب علمی کے زمانہ میں بھی کمرہ سے وضو کر کے جاتا تھا، پھر میں نے علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ صراحت پڑھی کہ: حدیث میں وضو کی قید عربوں کے عرف کے اعتبار سے ہے، چونکہ عربوں کی مسجدوں میں وضو کا انتظام نہیں ہوتا، لوگ گھر سے وضو کر کے آتے ہیں، اس لئے حدیث میں یہ قید ہے، (فیض الباری ۲:۳۷) اس لئے میرا خیال بدل گیا، مگر طالب علمی کے زمانہ سے جو عادت پڑی ہے وہ آج بھی باقی ہے، میں اب بھی گھر سے وضو کر کے مسجد جاتا ہوں۔(تحفۃ الالمعی ص۴۹۴ج۲)

یوم الشک کا روزہ، اور حضرت کا اپنے آپ کو عوام میں شمار کرنا

یوم الشک میں عوام کے لئے روزہ رکھنا مکروہ ہے، البتہ خواص رکھ سکتے ہیں، پھر اگر اتفاق سے وہ رمضان کی پہلی تاریخ ہو تو یہ روزہ فرض ہو جائے گا، مگر ضروری ہے کہ یوم الشک کا روزہ نفل کی نیت سے رکھا جائے، رمضان کا کوئی تصور نہ ہو، اور یہی خاص اور عام کا معیار ہے، جو شخص نفل کی پختہ نیت کرسکتا ہے وہ خاص ہے، اور نیت پختہ نہ ہو، یہ خیال آئے کہ اگر رمضان ہوگا تو روزہ ہو جائے گا وہ عامی ہے، میں پہلے خود کو خواص میں شمار کرتا تھا، مگر جب عقل آئی تو اب خود کو عوام میں شمار کرتا ہوں اور یوم الشک کا روزہ نہیں رکھتا، کیونکہ نیت نہ ہلے یہ بات میرے لئے ممکن نہیں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۴ ج ۳)

دعائے قنوت اور حضرت کا عمل

قنوت کے معنی ہیں: دعا، کوئی بھی دعا پڑھ لی جائے، چھوٹی یا بڑی، قنوت کا تحقق ہو جائے گا، کوئی متعین دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ مجھے کبھی جلدی ہوتی ہے تو میں صرف ﴿ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة ، الخ ﴾ پڑھتا ہوں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۳۲۰ ج ۲)

احرام کی دو رکعت اور تلبیہ پڑھنے میں آپ کا معمول

احرام شروع کرنے سے پہلے دو رکعت سنت ہے، اور دو رکعت ادا کرنے کے بعد فورا احرام شروع کرنا (تلبیہ پڑھنا) ضروری نہیں، اگر تلبیہ پڑھنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، میرا معمول یہ ہے کہ جہاز میں سوار ہونے سے پہلے دو رکعت پڑھ لیتا ہوں اور جہاز روانہ ہونے کے بعد تلبیہ پڑھتا ہوں۔

(تحفۃ الالمعی ص ۲۱۲ ج ۳)

دن کی نماز میں قرأت سری اور رات کی نماز میں جہری کیوں؟

فرمایا: ٹورنٹو (کینیڈا) میں ایک نوجوان نے مجھ سے سوال کیا کہ: تین نمازیں جہری اور دو نمازیں سری کیوں ہیں؟ میں نے اس کو یہ حدیث سنائی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے ایسا ہی سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: جو نمازیں آپ ﷺ نے جہراً پڑھائی ہم بھی جہرا پڑھاتے ہیں اور جو نمازیں آپ ﷺ نے سراً پڑھائی ہیں ہم بھی سراً پڑھاتے ہیں۔

پھر میں نے اس سے پوچھا: بتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وجہ جانتے تھے یا نہیں؟ اگر تیرا خیال ہے کہ نہیں جانتے تھے تو کیا میرا علم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑھا ہوا ہے کہ تو مجھ سے یہ سوال کرتا ہے؟ اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وجہ جانتے تھے مگر سائل کی علمی صلاحیت اتنی بلند نہیں تھی کہ وہ اس سوال کا جواب سمجھ سکے، اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وجہ نہیں بتائی، پس تیری علمی صلاحیت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے بڑھی ہوئی ہے؟ وہ خاموش ہوگیا، پھر میں نے اس سے پوچھا: تیری شادی ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے پوچھا: تم میاں بیوی گپ کب کرتے ہو، دن میں یا رات میں؟ وہ کہنے لگا: رات میں کرتے ہیں، دن میں تو ضروری بات چیت کرتے ہیں، میں نے کہا: آپ کے سوال کا یہی جواب ہے، دن کے مزاج میں انقباض ہے اور رات کے مزاج میں انبساط، چنانچہ دنیا میں جتنی محفلیں اور مشاعرے ہوتے ہیں: سب رات میں ہوتے ہیں.....اس لئے رات کی نمازیں جہری ہیں اور دن کی نمازیں سری۔

وہ کہنے لگا: پھر جمعہ اور عیدین میں جہری قرائت کیوں ہے؟ میں نے کہا: تمہارے ملک

میں زفاف رات ہی میں ہوتا ہے یا دن میں بھی ہوتا ہے؟ یورپ اور امیریکہ میں دن میں بھی رخصتی ہوتی ہے، میاں بیوی پہلی بار دن میں ملتے ہیں۔ اس نے جواب دیا: کبھی دن میں بھی رخصتی ہوتی ہے، میں نے کہا: یہ آپ کے سوال کا جواب ہے، جمعہ اور عیدین خاص مواقع ہیں، اور خاص موقعوں کی بات الگ ہے، جمعہ اور عیدین میں صبح سے لوگ تیاری کرتے ہیں، نہا دھو کر صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر بڑے مجمع میں حاضر ہوتے ہیں تا کہ دو رکعت ادا کریں، مجمع کے بڑے ہونے سے بھی طبیعت میں انبساط پیدا ہوتا ہے، اور بازاروں میں شور وشغب نہیں رہتا، لوگ جمعہ کے وقت اور عیدین میں کاروبار بند کردیتے ہیں، اس لئے مجمع کو قرآن سنانا ممکن ہوتا ہے، ان وجوہ سے جمعہ اور عیدین میں جہری قرائت ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۹۰/۹۱ ج ۳)

اذان ثانی کا جواب زبان سے یا دل سے؟ اور آپ کا عمل

جمعہ کے خطبہ کی اذان یعنی اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا چاہئے یا دل سے؟ اس پر فرمایا کہ: احناف کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی دل میں جواب دیں، جیسے خطیب جب درود شریف والی آیت پڑھے تو لوگ سراپا جہرا درود نہ پڑھیں، بلکہ دل میں درود پڑھیں، پس جیسے وہاں دل میں درود بھیجنا ہے یہاں بھی دل میں اذان کا جواب دینا ہے۔ میرا یہی طریقہ ہے کہ میں اذان ثانی کا جواب دل میں دیتا ہوں۔ (تحفۃ القاری ص ۲۳۵ ج ۳)

تکبیر تشریق سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی کہنی چاہئے، اور آپ کا عمل

تکبیر تشریق لوگ صرف فرض نمازوں کے بعد ایک مرتبہ کہتے ہیں، حالانکہ سنتوں اور نفلوں کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ تکبیر کہنی چاہئے۔ امام باقر رحمہ اللہ کا اسی پر عمل تھا۔ میں بھی اس پر عمل کی کوشش کرتا ہوں، مگر کبھی بھول جاتا ہوں۔ (تحفۃ القاری ص ۲۹۶ ج ۳)

حجاج عرفات جاتے ہوئے تلبیہ پڑھیں یا تکبیر تشریق؟ اور آپ کا عمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ: آپ نے جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا تو آپ لوگ عرفات کی طرف جاتے ہوئے تلبیہ پڑھتے تھے یا تکبیر؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے بعض تلبیہ پڑھتے تھے اور بعض تکبیر، اور تلبیہ پڑھنے والا تکبیر پڑھنے والے پر نکیر نہیں کرتا تھا، اور تکبیر پڑھنے والا تلبیہ پڑھنے والے پر نکیر نہیں کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں عمل برابر ہیں، یعنی حاجی ان ایام میں تلبیہ بھی پڑھ سکتا ہے اور تکبیر بھی۔

اس حدیث کے ذیل میں فرمایا: میں جب حج میں جاتا ہوں تو تلبیہ پڑھتا ہوں، اور جب تلبیہ پڑھتے پڑھتے طبیعت تھک جاتی ہے تو تکبیر شروع کر دیتا ہوں۔

(تحفۃ القاری ص ۲۹۷ ج ۳)

سجدۂ سہو میں بوقت ضرورت امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سجدۂ سہو کی حقیقت ہے صرف دو سجدے بغیر تشہد اور سلام کے، چنانچہ ان کے یہاں طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں سب کچھ پڑھ کر سلام پھیرے بغیر دو سجدے کرتے ہیں، پھر معاً سلام پھیر دیتے ہیں۔

پھر اپنا عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں حنفی ہوں اور جب کبھی سجدۂ سہو کی ضرورت پیش آتی ہے اپنے امام کے مذہب پر عمل کرتا ہوں، مگر مجھے جب کسی وجہ سے جلدی ہوتی ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرتا ہوں، کیونکہ اس میں تشہد ایک ہی مرتبہ پڑھنا ہے، اس لئے آدمی جلدی فارغ ہو جاتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۲۰ ج ۲)

آپ پر حدیث کو حجت نہ ماننے کا بہتان

حضرت رحمہ اللہ نے جب حدیث اور سنت کا فرق بیان کیا تو اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا، اور صحیح معنی میں ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا، اس ہنگامہ میں ایک بہتان یہاں تک لگایا گیا کہ آپ حدیث کو حجت نہیں مانتے، مجھے اس پر اس قدر تعجب ہوا کہ جو آدمی ''بخاری'' اور ''ترمذی'' کی شرح لکھ رہا ہو، اور پچاس سال سے زیادہ اس کی زندگی کے ماہ وسال حدیث کی تدریس میں گذرے ہوں، ان کے بارے میں اس طرح کا بہتان کس طرح لگایا گیا؟

یہاں حضرت رحمہ اللہ کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں، جنہیں پڑھ کر اہل انصاف اور اہل حق خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ حدیث کو حجت مانتے ہیں یا نہیں؟

دراصل حجیت حدیث کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو رسول (اللہ ﷺ) کی حیثیت سے واقف نہیں ہیں، اور ان کا صحیح مقام نہیں پہچانتے۔ قرآن کریم میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حیثیت صرف ایک پیغامبر کی نہیں ہے، بلکہ وہ مطاع' متبوع' امام' ہادی' قاضی' حاکم اور حکم وغیرہ بہت سی صفات کے حامل ہیں، اس لئے ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہر امر و نہی' ہر حکم و فیصلہ اور ہر قول و عمل ناطق' واجب التسلیم اور لازم ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ، ۶۹ ج ۱)

جاننا چاہئے کہ احادیث کی سندوں کی تعداد کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: متواتر اور آحاد، اور دونوں حجت (قابل قبول) ہیں، اول حجت قطعیہ ہے، اور ثانی ظنیہ۔ متواتر وہ خبر ہے جس کے راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا، یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا محال ہو، اور اس خبر سے علم یقینی حاصل ہو، اور جو خبر ایسی نہ ہو وہ خبر واحد ہے، پھر اگر اس کے راوی قابل اعتماد ہیں تو اس سے علم ظنی حاصل ہوگا اور وہ بھی حجت

شرعیہ ہے۔

اہل حق کے نزدیک وہ حدیثیں جو خبر واحد ہیں یعنی متواتر نہیں، اگر چہ اس کی سندیں متعدد نہ ہوں وہ بھی حجت ہیں، اگر چہ ان سے علم ظنی حاصل ہوگا۔

(تحفۃ القاری ص ۱۷۵ ج ۱۲، کتاب اخبار الآحاد)

''تحفۃ القاری'' اور ''تحفۃ الالمعی'' کے مقدمہ میں حضرت رحمہ اللہ نے تفصیل سے حدیث کے حجت ہونے پر بحث فرمائی ہے، کیا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ حدیث کو حجت نہیں مانتے۔

اور جہاں حضرت نے حدیث کے حجت نہ ہونے کا اظہار کیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس کی صراحت بھی خود فرمائی ہے:

اہل قرآن کے مقابلہ میں ہمارا دعوی یہ ہے کہ قرآن کی طرح حدیثیں بھی حجت ہیں، قانون سازی کا مصدر ہیں، اس لئے ہمارا عنوان ہوگا کہ حدیثیں بھی حجت ہیں.....اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے مقابلہ میں ہمارا مسلکی عنوان حجیت سنت ہوگا، ہم نے اپنا نام اہل السنۃ رکھا ہے، اور غیر مقلدین نے اہل حدیث۔ ان کے نزدیک ہر حدیث حجت ہے خواہ منسوخ ہو یا مخصوص، اور ہمارے نزدیک مطلق حدیث حجت نہیں بلکہ وہ حدیث حجت ہے جو سنت بھی ہے، جو حدیثیں سنت نہیں وہ مسائل میں حجت نہیں، اسی وجہ سے ہمارا نام اہل السنۃ ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۶۸/۶۹ ج ۱)

حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا آپ کی بات پر آغاز دارالعلوم کا جشن ملتوی فرمانا

امر منکر پر نکیر ضروری ہے، دارالعلوم میں انقلاب سے پہلے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کی سرکردگی میں یہ پروگرام بنا تھا کہ مسجد چھتہ میں پندرہ محرم الحرام کو آغاز دارالعلوم کا

جشن منایا جائے، سب اکابر اس پر متفق ہو گئے تھے، اگر یہ سلسلہ شروع ہوتا تو آج کیا نوبت آتی، اس کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں، اس وقت میں چھوٹا مدرس تھا، پھر بھی حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سلسلہ میں طویل گفتگو کر کے یہ سلسلہ رکوایا، اور حضرت نے بنا بنایا پروگرام ملتوی کر دیا۔ یہ حضرت کی وسعت ظرفی تھی کہ مجھ ناچیز کی بات آپ نے قبول فرمالی اور آئندہ کا خطرہ ٹل گیا۔ (جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم ص:۴۲)

آپ کی درخواست پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا رجوع

اسی طرح الہ آباد کے ایک بزرگ روپے کے پانچ سکے لے کر آئے اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کو دیئے اور کہا: نبی ﷺ میرے پاس بیداری میں آئے اور یہ روپے دیئے اور فرمایا: ایک اجلاس صد سالہ میں دینا، ایک حکیم الاسلام کو دینا، الخ۔ اسی شام کو دار الحدیث تحتانی میں جلسہ منعقد ہوا اور حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہ نے تقریر فرمائی اور خوب چندہ ہوا، میں دوسرے دن صبح میں کتابیں لے کر حضرت حکیم الاسلام کے پاس گیا اور ''التعلیق الصبیح'' میں بیداری میں حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے جو شرائط تھیں وہ دکھائیں اور میں نے عرض کیا کہ: اب نبی ﷺ دوسری دنیا میں (آرام فرما) ہیں، اور دوسری دنیا کی چیز اس دنیا میں آسکتی ہے، حجر اسود کے بارے میں روایت ہے کہ وہ جنت کا پتھر ہے، مگر انڈیا کی ٹکسال میں ڈھلا ہوا سکہ جن پر تین شیروں کا فوٹو بھی ہے، آپ ﷺ نے ان بزرگ صاحب کو کیسے عنایت فرمائے؟ ضرور ان کو دھوکہ لگا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ نے میری بات قبول فرمالی اور دوسرے دن مغرب کے بعد دار الحدیث فوقانی میں جلسہ ہوا، اور حضرت مولانا سالم صاحب قدس سرہ نے تقریر کی، اس میں صاف فرمایا کہ کل کی بات ہم نے غلبۂ محبت میں مان لی تھی، اس کو آگے نہ بڑھایا

جائے۔ (جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۴۲،۴۳)

نوٹ...... حضرت نے ''التعلیق الصبیح'' کا جو حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: ص۹۷،۸۷ ج۵، کتاب الرؤیا، ط: المکتبۃ العثمانیۃ۔ مرغوب احمد

مولانا اشرف علی باقوی اور مولانا محمد سالم صاحب کی تقریر اور آپ کا رد

بنگلور میں تحفظ شریعت کانفرس ہوئی، اس میں حضرت مولانا اشرف علی باقوی قاسمی اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب رحمہما اللہ نے تقریریں کیں کہ دین منزل من اللہ ہے، مسلک منزل من اللہ نہیں، اور جس چیز میں انسانی اجتہاد کا دخل ہو وہ قابل ترجیح تو ہوسکتی ہے قابل تبلیغ نہیں، یہ تقریریں جلسہ کے موضوع کے خلاف تھیں، میں نے دونوں حضرات کی موجودگی میں ان تقریروں کا رد کیا، میں نے کہا: یہ بات اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف ہے، سورۃ الانعام کی آیت: ۱۵۳/﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ، وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ، ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾۔

ترجمہ:......اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالی تاکیدی حکم دیتے ہیں تاکہ تم اس کے خلاف کرنے سے احتیاط رکھو۔

تفسیر...... اللہ تعالی کا راستہ یعنی اسلام کا راستہ، اور اہل السنہ والجماعہ کا راستہ، اور دوسری راہیں یعنی دوسرے دھرم، اور مسلمانوں میں گمراہ فرقوں کی راہیں، پس متعین طور پر مسلمانوں کو اہل السنہ والجماعہ کی راہ پر چلنا چاہئے، دوسرے دھرموں سے اور گمراہ فرقوں کی راہوں سے بچنا چاہئے۔ تہتر فرقوں والی حدیث میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور اجتہاد کا دخل فروعات میں ہوتا ہے، اصول میں نہیں ہوتا، اسی لئے چاروں فقہی مکاتب فکر کو برحق

مانا جاتا ہے۔

پھر میں نے کہا کہ اگر اہل السنہ والجماعہ کے مسلک کی دعوت نہیں دی جائے گی اور گمراہ فرقوں کی گمراہی نہیں کھولی جائے گی اور سبھی فرقوں کو صحیح مان لیا جائے گا تو گمراہی پھیلتی رہے گی اور اہل حق سمٹتے چلے جائیں گے۔......

غرض دعوت تو بے شک دین کی دی جائے، مگر مسلک حق کی حفاظت بھی ضروری ہے، جب بھی مسلک حق پر حملہ ہوا تو دارالعلوم کے اکابر نے اس کی مدافعت کی۔......

آپ کی بات پر حکیم الاسلام رحمہ اللہ کا فیصلہ تبدیل فرمانا

جب دارالعلوم دیوبند میں اجلاس صد سالہ ہوا تو حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ مہتمم تھے، انہوں نے درجۂ علیا کے اساتذہ اور وسطی الف کے اساتذہ کو مدعو کیا، میں اس وقت وسطی الف میں تھا، اس مجلس کا موضوع تھا کہ اجلاس صد سالہ میں کن لوگوں کو دعوت دی جائے؟ تمام اساتذہ متفق ہوئے کہ صرف اہل حق کو دعوت دی جائے، گمراہ فرقوں کو دعوت نہ دی جائے، پھر سب سے پہلے غیر مقلدین کا تذکرہ آیا، تمام اساتذہ متفق ہوئے کہ وہ اہل حق میں شامل نہیں، ان کو دعوت نہ دی جائے، پھر جماعت اسلامی کا تذکرہ آیا، صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہ نے حکیم الاسلام قدس سرہ سے عرض کیا کہ وہ اہل حق میں شامل ہیں، ان کو دعوت دی جائے، ان کی بات سن کر تمام بڑے اساتذہ خاموش رہے، جب کوئی نہ بولا تو میں نے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ سے عرض کیا کہ مودودی جماعت اہل حق میں شامل نہیں، ہمارے اکابر نے اس کو گمراہ قرار دیا ہے، لہذا ان کو دعوت نہ دی جائے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو حضرت مولانا محمد سالم صاحب قدس سرہ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ وہ کیوں گمراہ ہیں؟ میں نے وجہ بیان کی تو انہوں

نے اس کا جواب دیا، میں نے دوسری وجہ بیان کی تو آپ نے اس کا بھی جواب دیا، پھر میں نے تیسری وجہ بیان کی تو وہ خاموش ہوگئے، یہ گفتگو آدھا گھنٹہ چلی، آخر میں حضرت قدس سرہ نے فرمایا: میں نے آپ دونوں حضرات کی گفتگو غور سے سنی، میری رائے یہ ہے کہ ان کو دعوت نہ دی جائے، حضرت قدس سرہ کی بات فیصلہ کن ہوتی تھی، چنانچہ اہتمام سے مولانا اسلم صاحب قاسمی قدس سرہ (ناظم اعلی اجلاس صد سالہ) کے نام حکم گیا کہ مودودی جماعت کو بک اسٹال لگانے کے لئے جو جگہ الاٹ کی گئی ہے وہ منسوخ کردی جائے۔

غرض دارالعلوم دیوبند مسلک کی دعوت نہیں دیتا، اہل السنہ والجماعہ کے مسلک کی حفاظت کرتا ہے، چار فقہی مذہب مختلف مسالک ہیں، دارالعلوم دیوبند میں ہر مسلک کے طالب علم پڑھتے ہیں، جنوب کے شوافع بڑی تعداد میں ہیں، مگر دارالعلوم کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایک بھی شافعی طالب علم دارالعلوم میں پڑھ کر حنفی نہیں ہوا، اس لئے کہ دورۂ حدیث کے اساتذہ مسلک کی دعوت نہیں دیتے۔

(جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم ص: ۷۷/۷۸/۷۹/۸۱/۸۲)

تفسیر ''ہدایت القرآن''

آپ کی تفسیری خدمات بھی قابل رشک ہیں، پچاس سے زائد سالہ درس وتدریس کا تجربہ اور ہر فن کی کتابیں پڑھانے اور ان میں کئی مشکل کتابوں نیز ''بخاری'' و''ترمذی'' اور ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کی شروحات کے بعد کس قدر علم میں پختگی ہوگی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، ایک طرف تو ایک جید الاستعداد اور کہنہ مشق مدرس اور صاحب قلم کی تفسیر، پھر اس پر مزید یہ کہ حضرت نبی پاک ﷺ کا اس تفسیر کو مکمل کرنے اور مدرسہ میں پڑھانے کا حکم فرمانا، اللہ تعالی کی خصوصی مہربانی اور آپ کی قبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔

آپ ﷺ کا تفسیر ''ہدایت القرآن'' کو پورا کرنے اور مدرسہ میں پڑھانے کا حکم فرمانا

حضرت رحمہ اللہ خود تحریر فرماتے ہیں:

جس زمانہ میں، میں خود وقفہ وقفہ سے تفسیر لکھتا تھا اور چھاپتا تھا، ایک سال فیملی کے ساتھ عیدالاضحیٰ کی تعطیل میں وطن گیا، اور مئو کے ایک طالب علم مولوی فیاض سلمہ کو مکان سونپ گیا- وہ اب بڑے عالم ہیں- وہ میری بیٹھک میں لیٹے تھے، انہوں نے خواب دیکھا کہ نبی ﷺ میری جگہ تشریف فرما ہیں، طلبہ آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے طلبہ سے فرمایا: سعید سے کہنا...... پوری کرے، ان کی آنکھ کھل گئی، وہ بھول گئے کہ کون سی کتاب پوری کرنے کے لئے فرمایا تھا، مگر میں اس زمانہ میں ''ہدایت القرآن'' کا کوئی پارہ لکھ رہا تھا۔

دوسرا خواب...... پھر ایک عرصہ کے بعد سہارنپور سے کسی خاتون کا خط آیا، وہ لڑکیوں کا مدرسہ چلاتی ہیں، انہوں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا اور پوچھا کہ وہ طالبات کو کیا پڑھائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہدایت القرآن'' پڑھاؤ۔ (ہدایت القرآن ص۲۶ ج۱)

آپ فتوی کیسے دیں؟ کی خصوصیت

افتاء کے اصول اور مفتی کی شرائط پر علامہ شامی رحمہ اللہ کا مشہور رسالہ ''عقود رسم المفتی'' بے نظیر ہے، حضرت نے اس کی بہت آسان شرح لکھی ہے، اس میں اکثر جگہوں پر توضیحی ترجمہ کیا ہے، کہیں کہیں دقیق عبارت کا لفظی ترجمہ بھی کیا، تشریح وتوضیح کی ضرورت کے وقت تشریح وتوضیح بھی فرمائی، عناوین لگائے، کتاب میں جن جن علماء یا کتابوں میں تذکرہ

آیا ہے ان کا آخر میں مختصر اور جامع تذکرہ وتعارف کیا گیا ہے، یہ تعارف طلبہ اور اہل علم کے لئے بڑا مفید ہے۔

یہ کتاب اصل میں حضرت رحمہ اللہ کے صاحبزادے مفتی رشید احمد صاحب جو ایک حادثہ میں شہید ہوئے کی تحریک پر شروع ہوئی تھی، اور ان کے حادثۂ وفات پر تیار ہوئی۔

عرفات میں جمع بین الصلوتین اور حضرت کی رائے

عرفات میں جمع بین الصلوتین یعنی ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اہل خیمہ کے لئے جمع بین الصلوتین مشروع نہیں، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مشروع ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے خیمہ میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وقوف شروع کیا، جب عصر کا وقت ہوا تو وقوف ختم کر کے عصر باجماعت ادا کی، پھر وقوف شروع کیا، مگر جو کیفیت عصر سے پہلے حاصل تھی وہ لوٹ کر نہ آئی، بہت رونے کی صورت بھی بنائی مگر اس کا کچھ بھی حصہ لوٹ کر نہ آیا۔ پس میرے خیال میں صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک پر عمل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (امداد الفتاوی ص ۳۶۰ ج ۴۔ انوار مناسک ص ۴۲۷)

سچے تاجر کی فضیلت اور اہل علم میں حضرت کی خصوصیت

عصر حاضر کے اہل علم میں بہت کم حضرات ہیں جنہیں تجارت کا موقع ملا ہو، مگر حضرت رحمہ اللہ اپنے علم کے بلند پایہ مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے تاجر بھی تھے، اور کتابوں کی تجارت کا مشغلہ تھا، اس لئے آپ ﷺ کا یہ ارشاد: ''نہایت سچائی اور غایت دیانت داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ

ہوگا''، کم ہی اہل علم اس حدیث کے مصداق بن سکے۔

(۲)......عن ابی سعید: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : التّاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء۔

(ترمذی، باب ما جاء فی التّجار و تسمیة النبی صلی الله علیه وسلم ایاهم ، ابواب البیوع ، رقم الحدیث:۱۲۰۸)

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے کتابوں کی تجارت کا اشارہ ملتا ہے، اگرچہ صراحۃ النص نہیں مگر اشارۃ النص ہے۔

(۲)......ان علی ابن ابی طالب خطب النّاس ، فقال : من یشتری علما بدرهم ؟ فاشتری الحارث الاعور صحفا بدرهم ثم جاء بها علیا فکتب له علما کثیرا۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۱۶ ج ۶)

ترجمہ:......(ایک دن کوفہ میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، اسی خطبہ میں فرمایا کہ: ایک درم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے؟ حارث اعور ایک درم میں کچھ کاغذ خرید کر لائے اور ان کاغذوں کو لئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حارث کے لائے ہوئے اوراق میں بہت سا علم لکھ دیا۔

(تدوین حدیث ص ۴۵۱، عہد مرتضوی اور تدوین حدیث)

یہ روایت مختصرا'' کنز العمال ''میں بھی ہے۔

(۲)......عن علیاء قال : قال علی : من یشتری منّی علما بدرهم ؟۔

(کنز العمال، باب العلم ، باب فی فضله والتحریض علیه ، رقم الحدیث:۲۹۳۸۵)

دوسرا باب......حضرت کے علمی آراء

اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور حضرت کی رائے

کسی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے لمبا سفر کر کے جانا، یا اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا بعض مباح کہتے ہیں اور بعض حرام........(اور آپ ﷺ نے تین مساجد کے علاوہ کے لئے سفر ممنوع قرار دیا) اور مقصد یہ ہے کہ غیر شعائر اللہ شعائر کے ساتھ نہ مل جائیں، اور یہ سلسلہ غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ نہ بن جائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کی رائے یہی ہے، اور میرے نزدیک بھی یہی برحق ہے، کیونکہ حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے طور پر جانے سے منع کیا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۱۴۸ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کوہ طور پر اس جگہ کی زیارت کے لئے گئے جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تھے، واپسی میں ان کی ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی، حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: طور سے، حضرت بصرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر طور پر جانے سے پہلے آپ سے میری ملاقت ہوتی تو میں آپ کو نہ جانے دیتا۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ ص ۳۴۴ ج ۳)

سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم اور آپ کا تجربہ پر مبنی ایک مشورہ

حالت سفر میں سنت مؤکدہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ تو حضرات ائمۂ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ: مسافر کو سنن مؤکدہ پڑھنی چاہئیں، اور ائمہ احناف سے اس سلسلہ میں کچھ مروی نہیں۔ متأخرین احناف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ حالت قرار میں سنتیں پڑھے، اور حالت فرار

میں نہ پڑھے۔مثلا ایک شخص دہلی گیا اور وہاں پہنچ کر ٹھہر گیا اور مطمئن ہوگیا، آگے روانگی یا واپسی دو دن بعد ہوگی، پس یہ حالت قرار ہے، ایسی صورت میں سنتیں پڑھنی چاہئیں، اور اگر سفر جاری ہے، ریل میں نماز پڑھ رہا ہے، یا اسٹیشن پر نماز پڑھ رہا ہے اور ریل آنے والی ہے تو یہ حالت فرار ہے، اس حالت میں سنتیں نہ پڑھے۔ اور میں نے تجربہ کی بنیاد پر اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ سفر شروع کرنے سے پہلے اور سفر ختم کرنے کے بعد متصلا جو حالت ہے وہ بھی حالت فرار ہے، مثلا ایک شخص دہلی گیا، وہاں جا کر ٹھہر گیا، تو یہ حالت قرار ہے، مگر وہ تھکا ہوا ہے، نیند کا غلبہ ہے اور نماز بھی پڑھنی ہے تو صرف فرض پڑھ لے، سنتیں نہ پڑھے، اسی طرح روانگی کا وقت ہے، سامان تیار کرنا ہے، وقت پر اسٹیشن پہنچنا ہے، ٹکٹ لینا ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو فرض نماز پڑھ لینا کافی ہے، سنت نہ پڑھے۔

(تحفۃ القاری ص ۴۳۰/۴۳۱ ج ۳)

حرمین شریفین میں عورتوں کا جانا اور آپ کی رائے

آپ ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ نو مسجدیں اور بھی تھیں، مگر عورتیں صرف مسجد نبوی میں آتی تھیں، مدینہ منورہ کی دیگر مساجد میں شاذ و نادر ہی جاتی تھیں۔ اور آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد نبوی میں تین وجہ سے آتی تھیں: ایک: اخذ شریعت کے لئے۔ دوسری: آپ ﷺ کی زیارت کے لئے۔ تیسری: جگہ کی برکت کی وجہ سے۔ اور مسجد حرام میں دو مقصد سے آتی تھیں: بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے اور جگہ کی برکت کی وجہ سے، مسجد حرام میں آج بھی وہ دونوں باتیں متحقق ہیں، اور مسجد نبوی میں اب پہلی وجہ باقی نہیں رہی، کیونکہ دین مکمل ہو چکا اور وہ کتابوں میں محفوظ ہے، البتہ جگہ کی برکت اور آپ ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت: یہ دونوں مقصد آج بھی باقی ہیں،

اس لئے عورتیں ان دونوں مسجدوں میں جاسکتی ہیں، بلکہ جانا چاہئے۔ ہماری عورتیں بھی نہ صرف جاتی ہیں بلکہ ہم ان کو ترغیب دیتے ہیں کہ حرم شریف میں جائیں، اس لئے کہ ان کو زندگی میں ایک بار یہ موقع ملا ہے، بار بار یہ موقع ان کو ملنے والا نہیں، اور وہاں فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں، اس لئے حرمین شریفین کا حکم دوسری مساجد سے مختلف ہے۔

سورج گہن اور عذاب قبر میں مقارنت اتفاقی ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے: ''باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف''، یعنی سورج گہن کے موقعہ پر عذاب قبر سے پناہ مانگنا۔ شراح نے سورج گہن اور عذاب قبر کا کیا تعلق ہے؟: اس پر اپنی اپنی آراء ظاہر فرمائی ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ:

میری ناقص رائے یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں مقارنت محض اتفاقی ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہودی عورت کے عذاب قبر سے بچنے کی دعا پر تعجب ہوا تھا، تب سے آپ ﷺ بکثرت عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے کہ جب میرے اہل خانہ اس بات کو نہیں جانتے تو عام لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر اتفاق سے کسوف کا واقعہ پیش آیا تو اس موقع پر خاص طور سے آپ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی، کیونکہ سارا مدینہ جمع تھا، اس موقع پر جو بات کہی جائے گی وہ سب کو پہنچ جائے گی، اس طرح یہ دو باتیں اتفاقاً جمع ہوگئی ہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۳۸۰ ج ۳)

آپ کا استنباط کہ: حج کرنے سے ایمان پر مہر لگ جاتی ہے

''باوجود استطاعت کے حج نہ کرنے والا یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر'' اس حدیث سے میں نے یہ بات مستنبط کی ہے کہ حج کرنے سے ایمان پر مہر لگ جاتی ہے، اب اس کے ارتداد کا خطرہ ٹل جاتا ہے، اور جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا وہ معرض فتن میں

رہتا ہے وہ کسی بھی وقت فتنہ کا شکار ہوسکتا ہے، بلکہ اسلام ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے ایسا بھی ممکن ہے، پس جس میں استطاعت ہو اسے پہلی فرصت میں حج کر لینا چاہئے تاکہ اس کے ایمان پر مہر لگ جائے۔ (تحفۃ الالمعی ص۲۰۴ ج۳)

تہجد کے وقت کامل اور ہلکے وضو کی روایت اور آپ کا رجحان

ایک حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے رات میں بیدار ہونے کے بعد ہلکا وضو فرمایا، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے کامل وضو فرمایا۔

اس کی شرح میں فرمایا: میرا رجحان یہ ہے کہ: جب آپ ﷺ تہجد کے لئے بیدار ہوئے تب کامل وضو فرمایا، پھر دوران تہجد جب آپ ﷺ سوئے ہیں تو اٹھ کر ہلکا وضو فرمایا کیونکہ یہ وضو پر وضو تھا۔ (تحفۃ القاری ص۳۲۰ ج۳)

مجھے شہید کی نماز جنازہ میں امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب زیادہ پسند ہے

امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے، پڑھو سبحان اللہ اور نہ پڑھو تو کوئی حرج نہیں۔ انہوں نے دونوں روایتوں کو جمع فرمالیا۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ مجھے اس اختلاف میں امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب زیادہ پسند ہے۔

(تحفۃ الالمعی ص۴۴۴ ج۳)

شوہر کو ستانے والی کے لئے حور کا پیغام اور اس حدیث سے آپ کا استنباط

کوئی عورت شوہر کو ستاتی ہے تو جنت کی حور اس سے کہتی ہے: تجھ پر اللہ تعالی کی مار! اپنے شوہر کو تکلیف مت پہنچا، کیونکہ وہ دنیا میں تیرا مہمان ہے، اور جلد ہی تم کو چھوڑ کر

ہمارے پاس آجائے گا۔

اس حدیث کی شرح میں فرمایا: اس حدیث سے میں نے یہ بات سمجھی کہ: اگر بیوی بلا وجہ شوہر کو پریشان کرے گی تو مرد کا پہلے انتقال ہوجائے گا، اور بیوی پیچھے ٹھوکریں کھائے گی، اوراس کے برعکس بھی ہوگا، یعنی اگر شوہر بلا وجہ بیوی کو پریشان کرے گا تو وہ پیچھے رہ جائے گا اور دھکے کھائے گا، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص۶۱۴ ج ۳)

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے یا نہیں؟ امام احمد کی تطبیق مجھے زیادہ پسند ہے

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے یا نہیں، دونوں طرح کی روایتیں مروی ہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں کو جمع کیا، وہ فرماتے ہیں: اگر چاہے تو کھڑا ہو اور اگر چاہے تو کھڑا نہ ہو، یعنی قیام واجب نہیں، کھڑے ہونے نہ ہونے میں اختیار ہے۔ اور یہ تطبیق مجھے زیادہ پسند ہے، اس لئے کہ میت کو دیکھ کر گھبراہٹ ہوتی ہے، اور بے اختیار آدمی کھڑا ہوجاتا ہے، اور ناسخ ومنسوخ قرار دیں گے تو جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا جائز نہیں ہوگا، پس آدمی گنہگار رہوگا۔
(تحفۃ الالمعی ص۴۵۴ ج ۳)

پختہ قبریں بنانے، ان پر کتبے لگانے، ان پر گنبد بنانے کی ممانعت کی وجہ

قبریں پختہ بنانا اور ان پر کتبہ لگانا اور ان پر گنبد بنانا تعظیم کی وجہ سے ممنوع ہے، اور ان کو روندنے کی ممانعت ان کی اہانت کی وجہ سے ہے، قبور کی نہ غایت درجہ تعظیم کرنی چاہئے نہ توہین، ان کے ساتھ معتدل معاملہ کرنا ضروری ہے۔

اور میرے نزدیک پختہ قبریں بنانے کی، ان پر کتبے لگانے کی، اور ان پر گنبد بنانے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قبرستان بار بار استعمال ہوتا ہے یا ہونا چاہئے، پس اگر قبریں پکی بنائی جائیں گی اور ان پر کتبے لگائے جائیں گے تو وہ جگہ متعین ہوجائے گی، اس

کو دوبارہ استعمال کرنا جائز نہ ہوگا، اور اگر قبریں پختہ نہیں ہوں گی، نہ ان پر کتبے ہوں گے تو ایک وقت کے بعد قبر کا نشان مٹ جائے گا اور وہ جگہ دوبارہ تدفین میں استعمال ہو سکے گی۔ مکہ معظّمہ کا قبرستان حجون اور مدینہ منورہ کا قبرستان بقیع اسلام سے پہلے کے ہیں، ان میں اربوں کھربوں انسان دفن ہوئے اور آج بھی دفن ہو رہے ہیں، وہاں طریقہ یہ ہے کہ ایک طرف سے قبریں بناتے چلے جاتے ہیں جب آخر تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر شروع سے قبریں بنانے لگتے ہیں، اس طرح وہ قبرستان بار بار استعمال ہوتے ہیں۔ اور ہندوستان میں مسلمانوں کے جو پرانے شہر ہیں ان کے چاروں طرف قبرستان ہی قبرستان ہیں، کیونکہ جب قبریں پکی بن گئیں اور ان پر کتبہ لگ گیا تو اب وہ جگہ دوبارہ استعمال نہیں ہو سکتی، چنانچہ قبرستان کے لئے دوسری جگہ خریدی جاتی ہے، اور پرانے قبرستان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، ان میں جانور گھومتے ہیں، لوگ پاخانہ کرتے ہیں، کیا یہ بہتر ہے یا ان کو دوبارہ تدفین کے لئے استعمال کرنا؟ پھر آبادی بہرحال بڑھے گی، کدھر بڑھے گی؟ چاروں طرف بڑھے گی، اس وقت قبرستان میں سڑکیں بنیں گی، لوگ ناجائز قبضے کر کے مکانات بنائیں گے، اور مُردوں کی جو توہین ممکن ہے وہ ہوگی، پس کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک قبرستان بار بار استعمال ہو، تا کہ وہاں آمد و رفت رہے، اور اس کی حفاظت ممکن ہو، مگر ہندوستان کا مسلمان تو سمجھتا ہی نہیں، اس کو سب کچھ گوارہ ہے مگر دوبارہ قبرستان کا استعمال اس کے گلے نہیں اترتا، اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

فائدہ:......لوگ قبروں پر کتبہ کے تعلق سے کہتے ہیں کہ اس کا امت میں تعامل ہے، اور فقہ کی کتابوں میں اس کو جائز لکھا ہے کہ بڑے آدمی کی قبر پر کتبہ لگا سکتے ہیں، اس سلسلہ میں جاننا چاہئے کہ ''العرف الشذی'' میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا قول ہے کہ:

لوگ قبروں پر کتبے لگاتے ہیں اور حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، پس جو نیا طریقہ شروع ہوا ہے اس میں جواز کی کوئی دلیل نہیں، یعنی تعامل اس وقت حجت ہوتا ہے جب وہ نص کے خلاف نہ ہو، جیسے سود اور شراب کا بھی تعامل ہوگیا ہے مگر وہ نص کے خلاف ہے اس لئے وہ حجت نہیں، اسی طرح جب کتبے لگانے کی ممانعت کے سلسلہ میں اعلی درجہ کی صحیح حدیث موجود ہے تو تعامل کیسے حجت ہوسکتا ہے؟ اور بڑا آدمی کون ہے؟ یہ کیسے طے کیا جائے گا؟ یعنی اس کا معیار کیا ہوگا؟ ہر شخص کے نزدیک اس کا مورث بڑا آدمی ہے، چنانچہ ہر شخص کتبہ لگاتا ہے، بلکہ بعض تو صرف اس لئے کتبہ لگاتے ہیں کہ جگہ متعین ہوجائے، وہ دوسری مرتبہ استعمال نہ ہو۔

رہا فقہی جزئیہ تو ہماری کتب میں بہت سی ایسی جزئیات ہیں (بہتر ہے بعض جزئیات کہا جائے، مرغوب) جن پر ہم اس لئے فتوی نہیں دیتے کہ یا تو ان کا کچھ ثبوت نہیں، یا وہ نص کے خلاف ہیں، جیسے: تثویب کا تذکرہ کتب فقہ میں ہے، اور نمک سے کھانا شروع کرنے کا تذکرہ بھی ''شامی'' میں ہے، مگر اس پر ہم اس لئے فتوی نہیں دیتے کہ ان کا کچھ ثبوت نہیں،.......اسی طرح کتبہ کا جزئیہ اگرچہ موجود ہے، مگر وہ نص صحیح صریح کے خلاف ہے، اس لئے اس پر نہ فتوی دینا چاہئے اور نہ اس پر عمل کرنا چاہئے، آج مسلمانوں کے قبرستان میں جا کر دیکھیں، عیسائیوں کے قبرستان اور مسلمانوں کے قبرستان میں کچھ فرق نہیں رہا، یہ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائیں اور حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وضاحت:...... تطیین القبور یعنی قبر تیار ہونے کے بعد پانی ڈال کر مٹی کو جمانا تاکہ ہوا سے مٹی اڑ نہ جائے، یہ تجصیص القبور نہیں ہے، یہ جائز ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تطیین القبور جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تطیین القبور میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۴۶۳/۴۶۵ ج ۳)

میرے نزدیک محرم وِکس لگا سکتا ہے

دوا میں خوشبو ہو تو محرم ایسی دوا نہیں لگا سکتا، کیونکہ محرم کے لئے خوشبو ممنوع ہے، اور وِکس میں میرے نزدیک بدبو ہے، محرم اسے لگا سکتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۳۵۸ ج ۳)

کسی نومسلم کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں یا دو بہنیں ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور اس مسئلہ میں آپ کی رائے

اگر کوئی اسلام لے آئے اور اس کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں ہوں یا دو بہنیں ہوں تو وہ کیا کرے؟ ائمۂ ثلاثہ رحمہم اللہ تخییر کے قائل ہیں کہ اپنی پسند سے چار بیویوں کو روک لے اور جو بہن پسند ہو اسے رکھ لے، اور باقی کو علیحدہ کر دے۔ اور حضرات شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک جو چار پہلے نکاح میں آئی ہیں اور جس بہن سے پہلے نکاح ہوا ہے وہ نکاح میں رہیں گی، باقی خود بخود نکاح سے علیحدہ ہو جائیں گی۔ میری رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ: اگر یہ واقعہ مسلمان کا ہے یعنی کسی بددین مسلمان نے (یا کسی ایسے مسلمان نے جو مسئلہ سے بالکل ناواقف تھا) دو بہنوں سے نکاح کیا، یا چار سے زیادہ بیویاں کیں تو اس کے لئے تخییر کا حکم نہیں ہے، بلکہ پہلے جن سے نکاح ہوا ہے ان کے نکاح صحیح ہیں اور بعد کے نکاح باطل ہیں۔ اور اگر یہ واقعہ کسی نومسلم کا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جن کو چاہے رکھے اور باقی کو علیحدہ کر دے۔ اور وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان کے بعد والے نکاح ہوئے ہی نہیں، اور غیر مسلم کے اس کے مذہب کے مطابق سب نکاح درست ہیں، پس اس کو اختیار ہوگا کہ

جن کو چاہے رکھے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۵۹ ج ۳)

دوسری شادی میں نئی دلہن کی باری کا مسئلہ اور آپ کی رائے

اگر کسی شخص کے نکاح میں پہلے سے ایک یا ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، پھر وہ نئی شادی کرے تو اگر یہ عورت کنواری ہے تو سات دن اور بیوہ ہو تو تین دن اس کا حق ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ محض حق ہے یا مخصوص حق ہے؟ اس میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نئی دلہن کا مخصوص حق ہے، پس یہ دن باری سے خارج ہوں گے، اور حنفیہ کے نزدیک وہ محض حق ہیں یعنی جتنے دن وہ نئی دلہن کے پاس رہا ہے اتنے دن پرانیوں کے پاس بھی رہے گا۔

اور میری ناقص رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ: اگر نئی کے پاس صرف سات دن یا تین دن ٹھہرے تو یہ اس کا مخصوص حق ہے، اور اگر زائد ٹھہرے تو پھر تمام ایام کے برابر پرانی کو دینے ہوں گے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۷۴ ج ۳)

آپ کی رائے کہ: منیٰ مکہ سے خارج ہے

آج کل ایک مسئلہ یہ بھی زیر بحث ہے کہ منیٰ مکہ میں داخل ہے یا خارج؟ چند سال پہلے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ میں ہند و پاک کے چند اکابر کا اجتماع ہوا اور اس میں طے کیا گیا کہ اب منیٰ مکہ میں داخل ہو چکا ہے، پس مقیم و مسافر ہونے میں نزول منی سے پہلے مکہ کی مدت اقامت ہی کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ منیٰ عرفات اور منی کا قیام اور اس کے بعد مکہ کے قیام کا مجموعہ دیکھا جائے گا، اگر: ۱۵/ دن ہو جائے تو حاجی مقیم ہو گیا، ورنہ نہیں۔ اور اس فیصلہ کا مدار دو باتوں پر تھا: ایک ابنیۂ مکہ کا منی کے ساتھ اتصال، دوسری: منی کا مکہ کی فناء ہونا۔ مگر دوسری رائے یہ ہے کہ ابنیہ کا اتصال ابنیہ کے ساتھ ہونا چاہئے، جبکہ منیٰ صحراء ہے

اورمنیٰ، مکہ کی فناء نہیں ہوسکتا، کیونکہ فناء وہ جگہ ہے، جوشہر کی مصالح کے لئے ہواورمنیٰ، مزدلفہ اورعرفات، مناسک کی جگہیں ہیں، وہ مکہ کے مصالح کے لئے نہیں ہیں، اس لئے چاہے ابنیہ کا اتصال ہوگیا ہو، سفر واقامت میں ان کا قیام محسوب نہیں ہوگا۔ میری ناقص رائے یہی ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۸۱ ج ۳)

متبرک چیزوں کی توہین مؤمن کی شان نہیں، اور کعبہ کی تصویر والے مصلے

متبرک چیزوں کی مثلاً کعبہ شریف کی اور روضۂ اقدس کی اصل یا قلمی تصاویر کی توہین کرنا مؤمن کی شایان شان نہیں، اس سے دل میں ان مقامات کی بے قدری پیدا ہوگی، البتہ ان کی تعظیم، ان سے توسل اور تبرک بھی جائز نہیں، کیونکہ اصل کعبہ اور اصل روضہ اقدس ہزار برکتوں کا محل ہے، مگر کیمرے سے ان کا جو فوٹو لیا جائے یا قلم سے ان کی جو تصویر بنائی جائے اس میں بھی وہی برکتیں پیدا ہو جائیں، یہ بات نامعقول ہے، اور نہ اس کی کوئی دلیل ہے، اسی طرح جن مصلوں پر کعبہ وغیرہ کی فرضی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں ان کو بھی استعمال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ آدمی کبھی ان پر بیٹھتا بھی ہے، اور یہ بات مناسب نہیں۔

(تحفۃ الالمعی ص ۹۹ ج ۵)

اگر خوف فتنہ نہ ہو تو عورت تنہا سفر کرسکتی ہے

عورت کے لئے تنہا سفر کرنے کا جواز یا عدم جواز خوف فتنہ پر مبنی ہے، اگر خوف فتنہ نہ ہو تو ایک رات دن کا سفر عورت تنہا کرسکتی ہے، اور اطمینان ہو تو تین دن سے زیادہ کا سفر بھی کرسکتی ہے، یہ بات علامہ کشمیری قدس سرہ نے ''فیض الباری'' (۲:۳۹۷) میں فرمائی ہے، اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو مسجد اور مارکیٹ بھی تنہا نہیں جاسکتی، جیسے آج کل ہوائی جہاز سے مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اور تجربہ یہ ہے کہ درمیان میں کوئی فتنہ پیش نہیں

آ تا، پس ایسی پر امن صورت میں عورت تنہا سفر کر سکتی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۴۲۰ ج ۳)

مسافت سفر شرعی میل ہے انگریزی نہیں

سفر کی مسافت اب چار برید (اڑتالیس میل) متعین ہو گئے ہیں۔ اور اڑتالیس میل شرعی مراد ہے، انگریزی میل کا اعتبار نہیں۔ ایک عام حساب جو: ۷۷؍کلومیٹر کا چل رہا ہے، غالباً وہ صحیح نہیں ''مجمع لغة الفقهاء'' میں تقریبا: ۸۹؍کلومیٹر حساب کیا گیا ہے۔

(تحفۃ القاری ص ۴۲۱ ج ۳۔ رحمۃ اللہ الواسعۃ ص ۵۵۷ ج ۳)

ریل، بس اور کار میں نفل نماز بیٹھ کر اور بلا قبلہ رو پڑھنے کا مسئلہ

جانور پر (بیٹھے ہوئے سفر کی حالت میں) نفل نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کی پیٹھ کا پاک ہونا اور استقبال قبلہ ضروری نہیں، جانور جس جانب بھی متوجہ ہو اس پر نماز صحیح ہے، اور رکوع وسجود کے لئے اشارہ کرنا کافی ہے ......اور بس اور کار جانور کے حکم میں ہیں، ان میں بیٹھ کر نفلیں پڑھنا جائز ہے، اور سنن مؤکدہ بھی نفل ہیں......ریل گاڑی میں نوافل کے لئے اگر چہ قیام ضروری نہیں مگر استقبال قبلہ اور رکوع وسجود ضروری ہیں، ریل میں کیف ما اتفق اور اشارہ سے نفل پڑھنا جائز نہیں، اور بس اور کار میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ ہی نہیں سکتے، اس لئے وہ دابہ کے حکم میں ہیں، اور ٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن ہے، اور بھیڑ عارضی عذر ہے اس لئے اس میں استقبال قبلہ اور رکوع وسجود کے ساتھ ہی نماز پڑھنا ضروری ہے، چاہے وہ نفل نماز ہو۔ (تحفۃ القاری ص ۴۲۶ / ۴۲۷ ج ۳)

نوٹ: ......بس میں قیام ممکن ہے، اس لئے بس کا حکم بھی دابہ کا ہونا چاہئے، خصوصاً برطانیہ میں تو بسیں اکثر بھری ہوئی بھی نہیں ہوتیں، اور کھڑے ہو کر نماز آدمی پڑھ سکتا ہے۔ راقم نے دوران سفر بس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے۔ مرغوب احمد

رجوع

حدیث جساسہ کے بارے میں رجوع کرتے ہوئے فرماتے ہیں: پہلے ''تحفۃ الالمعی (۶۳۰/۶۲۸:۵) میں جو حدیث کی تشریح کی گئی تھی وہ صحیح نہیں تھی، وہ نہایہ والے حاشیہ سے متأثر ہو کر لکھی گئی تھی، پھر غور کرنے پر اس کی غلطی ظاہر ہوئی تو وہ ساری تشریح حذف کر دی گئی اور اس کی جگہ نئی تشریح لکھی گئی ہے۔ (ماخوذ از: رجوع نامہ)

ترمذی کی شرح میں ہے کہ: نبی ﷺ حج کے لئے: ۵/ذی الحجہ کو مکہ پہنچے تھے۔

بخاری شریف کی شرح میں آپ نے اس سے رجوع فرمالیا، اس میں ہے کہ: آپ ﷺ مکہ مکرمہ: ۴/ذی الحجہ کو پہنچے۔

اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ: ''تحفۃ الالمعی'' (۴۲۶:۲) میں پانچ ذی الحجہ کو مکہ پہنچنے کی بات ہے وہ غلطی ہے، آپ ﷺ: ۴/ذی الحجہ کو مکہ پہنچے تھے۔ (تحفۃ القاری ص۴۱۶ ج ۳)

حق کی پیروی کریں، میرے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں

''تحفۃ القاری'' کے آخر میں ''تقریب اختتام'' کے عنوان سے حضرت کا ایک مضمون ہے وہ قابل مطالعہ ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''علمی خطبات'' اور تحفۃ الالمعی'' اور ''تحفۃ القاری'' کی شروع کی جلدیں سبق کی تقریریں ہیں، اور تقریر میں مسامحات ہو جاتے ہیں، پھر ''تحفۃ الالمعی'' کی آٹھ جلدیں اور ''تحفۃ القاری'' کی بارہ جلدیں تقریباً تین تین سال میں لکھی گئی ہیں، ایسی صورت میں تسامحات لابد ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں، اور بھی تسامحات ہوں گے، جہاں شبہ ہو تحقیق کریں اور حق کی پیروی کریں، میرے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کریں۔

(تحفۃ القاری ص۳۸۱ ج ۱۲)

متفرقات

امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو مقامات پر ایسا کیا ہے کہ ایک کتاب کے درمیان دوسرے ابواب قائم کئے ہیں، ایک ''ابواب الرضاع'' یہ ''کتاب النکاح'' کے درمیان لائے ہیں اسی طرح ''کتاب البیوع'' میں ''ابواب الاحکام'' لے آئے ہیں۔

(تحفۃ الالمعی ص۵۸۱ ج۳)

ترمذی شریف ''کتاب الحج'' میں ایک باب ہے بلا عنوان، اس پر آپ نے ایک باب قائم کیا ''باب ما جاء فی الاحرام المُبھَم'' یعنی: گول مول احرام باندھنے کا بیان۔

(تحفۃ الالمعی ص۳۶۲ ج۳)

ایک اہم قاعدہ: سند کی صحت کے لئے مضمون کی صحت لازم نہیں

آپ ﷺ نے فرمایا: غیب کی کنجی پانچ چیزیں ہیں ان کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا: (۱): کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ کل کیا ہوگا، (۲): اور کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانی میں کیا ہے، (۳): اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ آئندہ کل کیا کرے گا، (پہلی اور یہ بات ایک ہیں، یہ اس روایت میں تسامح ہے)، (۴): اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ اس کی موت آئے گی، (۵): اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی۔

یہ حدیث ''بخاری'' جلد ثانی میں چار جگہ آئی ہے، اور حدیث نمبر: ۴۶۲۷/ اور ۴۷۷۸/ میں ''مفتاح الغیب خمس لا یعلمھا الا اللہ'' کے بعد سورۂ لقمان کی آخری آیت پڑھی ہے۔ اور حدیث نمبر: ۴۶۹۷/ اور ۷۳۷۹/ میں راوی نے تفسیر کی ہے، اور پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک قیامت کا علم ہے، جس کو یہاں راوی نے چھوڑ دیا ہے، اور پہلی بات کو مکرر بیان کیا ہے، یہ اس روایت میں تسامح ہے۔

یہاں یہ قاعدہ ذہن نشیں کر لینا چاہئے کہ سند کی صحت کے لئے مضمون کی صحت لازم نہیں، اور اس کا برعکس یعنی سند صحیح نہ ہو تو پورا مضمون غلط ہو جائے یہ بھی ضروری نہیں، اس قاعدہ کو عام طور پر لوگ نہیں جانتے، لوگ کہتے ہیں: بخاری کی حدیث ہے، ارے بھائی! بخاری کی حدیث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سند صحیح ہے، لیکن اس کے متن میں راویوں سے تسامح نہیں ہوا ایسا ضروری نہیں، اور سند ضعیف ہو تو متن بھی سارا غلط ہو جائے ایسا بھی ضروری نہیں، بہت سی ضعیف حدیثوں میں صحیح مضمون آیا ہے، پس اس قاعدہ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے۔ (تحفۃ القاری ص۳۶۴ ج۳)

امام بخاری رحمہ اللہ منسوخ روایتیں کیوں لائے ہیں؟

امام بخاری رحمہ اللہ حدیث ''الماء من الماء'' اور اکسال والی روایت بھی ''بخاری'' میں لائے ہیں، حالانکہ وہ روایتیں منسوخ ہیں، اور آپ کا وہ مذہب بھی نہیں، اور آپ نے معذرت بھی کی ہے کہ میں یہ روایت اس لئے لایا ہوں کہ یہ مسئلہ صحابہ میں اختلافی رہ چکا ہے، پس امت کے سامنے یہ بات آنی چاہئے، امت اس سے بے خبر نہیں رہنی چاہئے، (دیکھئے: کتاب الغسل' کے آخری ابواب)۔ (تحفۃ القاری ص۳۷۱ ج۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مکرر حدیث لانے کی نہیں، پھر: ۱۵۰۰ر سے زائد احادیث مکرر کیوں ہیں؟

حضرت ایک جگہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مکرر حدیث لکھنے کی نہیں ''کتاب الحج'''' باب التعجیل الی الموقف ''میں خود فرماتے ہیں کہ: فلاں باب میں جو حدیث گذری ہے وہ یہاں لکھی

جا سکتی ہے، مگر میری عادت مکرر حدیث لکھنے کی نہیں ہے، اور فی الحال میرے پاس دوسری سند سے یہ حدیث نہیں ہے، اس لئے میں نے حدیث نہیں لکھی۔

جاننا چاہئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک ہی حدیث کو مختلف اسانید سے تو لکھتے ہیں، کیونکہ سند بدلنے سے حدیث بدل جاتی ہے، مگر ایک ہی سند سے مکرر حدیث نہیں لکھتے، کیونکہ آپ کی تکرار کی عادت نہیں ہے، اس کے باوجود ڈیڑھ سو سے زیادہ حدیثیں ایک ہی سند اور ایک ہی متن کے ساتھ ''بخاری شریف'' میں آئی ہیں، اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں، اتنی بڑی کتاب میں جو سولہ سال میں لکھی گئی ہو چند احادیث کا مکرر ہو جانا مستبعد نہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۳۹۱ ج ۳)

نوٹ:......ڈیڑھ سو چند تو نہیں، یہ تو ایک اچھی خاصی تعداد ہے، فتدبر۔ مرغوب احمد

عشر کے مسئلہ میں اختلاف پر حیرت

جمہور کے نزدیک پیداوار میں عشر یا نصف عشر واجب ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: ایک: پیداوار سال بھر ذخیرہ کر کے رکھی جا سکے، دوسری: پیداوار پانچ وسق یا اس سے زائد ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زمین میں پیدا ہونے والی ہر چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہے، خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اور سال بھر باقی رہنے والی ہو یا جلدی خراب ہونے والی ہو۔

حضرت رحمہ اللہ اس اختلاف پر فرماتے ہیں:

عشر کے مسئلہ میں جو اختلاف ہوا ہے اس پر مجھے بہت حیرت ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کے زمانہ سے لے کر ائمہ مجتہدین کے زمانہ تک - جو دو سو سال کا عرصہ ہے - اس

وقت تک مضبوط اسلامی حکومت قائم تھی، اس وقت حکومت کا کیا طریقہ تھا؟ لوگ زرعی پیداوار میں سے بلا شرط عشر نکالتے تھے یا اس کا کوئی نصاب تھا؟ یہ باتیں تواتر سے مروی ہونی چاہئے تھیں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح شروع ہوئی اس وقت سے لوگ مسلسل شرقاً غرباً بیس رکعتیں پڑھتے آرہے ہیں، چنانچہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے، کسی اہل حق کا اس میں اختلاف نہیں، اس لئے روایتوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، لوگوں کا تعامل ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی اسلامی نظام کیا تھا؟ اور لوگوں کا عمل کیا تھا؟ تواتر سے ثابت ہونا چاہئے تھا، اور وہ تعامل ہی سب سے بڑی دلیل ہوتا، مگر عجیب بات ہے کہ نہ تو حکومت کا طریقہ مروی ہے، نہ لوگوں کا طرز عمل منقول ہے، صرف یہی ایک حدیث ہے، اس پر مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کہ آخر اتنی موٹی بات پردۂ خفا میں کیوں رہ گئی؟۔ (تحفۃ الالمعی ص ۵۳۵ ج ۲)

شہید کی نماز جنازہ پر روایات خاموش، اس پر حیرت

آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں انیس جنگیں لڑی ہیں، مگر (شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں) روایات صرف غزوۂ احد کے بارے میں ہیں اور وہ بھی متضاد ہیں، حالانکہ اور جنگوں میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں روایات خاموش ہیں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سو سالہ دور ہے اور انہوں نے بھی بہت سی جنگیں لڑی ہیں، مگر ان کے بارے میں بھی کوئی روایت نہیں کہ وہ شہداء کی نماز جنازہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ مجھے اس پر بڑی حیرت ہے کہ اتنی عام بات پردۂ خفا میں کیسے رہ گئی؟ یہ بات تو تواتر سے منقول ہونی چاہئے تھی، پس تعامل امت سب سے بڑی دلیل ہوتی اور روایت کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی، مگر

ایسا نہیں ہوا، اس پر مجھے بڑی حیرت ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۴۴۴، ۴۴۵ ج ۳)

زمانہ حال کے مسلمانوں کے لئے زریں اصول والی حدیث

یہ حدیث عصر حاضر کے مسلمانوں کے لئے رہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے، جب صورت حال ابتر ہوجائے، عہد و پیمان کی پابندی اور امانت و دیانت کی پاسداری معاشرے سے رخصت ہوجائے اور لوگ باہمی اختلافات کا شکار ہوکر اچھے برے کی تمیز کھو بیٹھیں، اس حال میں آپ ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ: دین کی جو باتیں معروف ہیں ان پر مضبوطی سے عمل کیا جائے، اور منکرات اور برائیوں سے بچنے کی پوری کوشش کی جائے، اور عوام سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے، اور خواص یعنی علماء، صلحاء اور اولیاء سے وابستگی اختیار کی جائے۔ اللہ تعالی اس زریں نصیحت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(تحفۃ القاری ص ۳۳۹ ج ۲)

مؤمن کی روح قرض میں کیسے پھنسی رہتی ہے، اس پر اپنا ایک واقعہ

مؤمن کی روح جب تک قرض ادا نہ کردیا جائے قرض میں پھنسی رہتی ہے، اس پر واقعہ سنایا کہ: دہلی میں ایک لالہ جی تھے، میں ان سے کاغذ خریدتا تھا، ایک مرتبہ میں کاغذ خریدنے گیا تو لالہ جی نے مجھ سے کہا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے، اس کی تعبیر جاننا چاہتا ہوں، میں جامع مسجد کی طرف گیا دیکھا کہ سامنے ایک بڑا فنکشن ہورہا ہے اور بہت شاندار پنڈال بنا ہوا ہے، جب میں اس کے قریب گیا تو دیوبند کے ایک حافظ صاحب جن کا انتقال ہوچکا ہے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے، وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگے: لالہ جی! میں بہت دیر سے تیرا انتظار کررہا ہوں، پھر میری آنکھ کھل گئی۔ لالہ جی یہ سمجھے تھے کہ ان کا وقت قریب آگیا ہے، کیونکہ مردہ ان کا انتظار کررہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: حافظ صاحب

کے ساتھ آپ کا کچھ لین دین تھا؟ انہوں نے کہا: وہ قرآن چھاپتے تھے، اور میرے یہاں سے کاغذ خریدتے تھے، میں نے پوچھا: کیا ان پر آپ کا کچھ بقایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں میرے: ۱۲۸/ روپے باقی ہیں، ان کے انتقال کے بعد میں دیوبند گیا اور ورثاء سے مطالبہ کیا، مگر کسی نے وہ قرضہ نہیں دیا۔ میں نے کہا: لالہ جی! کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ وہ قرضہ مجھ سے لے لیں؟ کہنے لگا کیوں؟ میں نے کہا: وہ آپ کے قرضہ میں پھنسے ہوئے ہیں، اور فنکشن میں شریک نہیں ہو رہے، آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں، وہ کہنے لگا: میں بھگوان کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے وہ قرضہ معاف کیا۔ اس واقعہ سے آپ یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ مؤمن کی روح قرضے میں کیسے پھنسی رہتی ہے؟۔ (تحفۃ الالمعی ص ۴۹۳ ج ۳)

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کا کبھی کبھی مغرب سے پہلے نفل پڑھنا

مغرب سے پہلے نفل کے بیان میں فرمایا:

''بخاری شریف'' (کتاب التہجد، باب ۳۵، حدیث: ۱۱۸۳) میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا'' صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوۃ الْمَغْرِبِ ''مغرب سے پہلے نفلیں پڑھو، یہ بات دو مرتبہ فرمائی، پھر تیسری مرتبہ ''لمن شاء ''بڑھایا'' یعنی مغرب سے پہلے کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، راوی عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ ﷺ نے ''لمن شاء'' اس لئے بڑھایا کہ لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں: ''کَرَاهِيَةَ اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً'' اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اس کو سنت بنا لیں، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اور سنت میں فرق ہے، اور ارشاد پاک'' صَلُّوا قَبْلَ صَلٰوۃِ الْمَغْرِب ''یہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے تھا، عصر کے فرضوں کے بعد جو نفلوں کی ممانعت ہے، وہ غروب شمس تک ممتد ہے، سورج چھپتے ہی کراہیت ختم ہو جاتی ہے، اب کوئی نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، مگر اس وقت

میں نفلیں پڑھنا سنت نہیں۔ رمضان میں دس منٹ کے بعد نماز کھڑی ہوتی ہے، پس کوئی کھجور سے افطار کرکے نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کو سنت نہ بنالیا جائے کہ پورے سال دس منٹ کے بعد مغرب کی نماز کھڑی ہو، مغرب کی نماز میں تعجیل (جلدی کرنا) مطلوب ہے، پس یہ حدیث: صرف حدیث ہے، سنت نہیں۔ نہ نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے کبھی نفلیں پڑھی ہیں اور نہ چاروں خلفاء نے۔

جب میں مظاہر العلوم میں پڑھتا تھا تو میں نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہ کو جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے اور مظاہر علوم کے ناظم تھے دیکھا کہ وہ کبھی مغرب کی اذان شروع ہوتے ہی نفلوں کی نیت باندھ لیتے تھے اور امام کے مصلے پر آنے سے پہلے سلام پھیر دیتے تھے۔ (تحفۃ القاری ص ۵۸ ج ۱ و ص ۵۰۴ ج ۳۔ ص ۳۵۹ ج ۲)

مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت

مسیح دو ہیں: ایک مسیح ہدایت ہیں اور ایک مسیح ضلالت۔ مسیح ہدایت حضرت عیسی علیہ السلام ہیں، اور مسیح ضلالت کانا دجال ہے، مسیح: فعیل کا وزن ہے جو اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے، اور اسم مفعول کے معنی میں بھی، مسیح بمعنی ماسح کے ہیں: ہاتھ پھیرنے والا۔ حضرت عیسی علیہ السلام مسیح اس لئے ہیں کہ وہ ہر طرح کے بیماروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، اور ان کے ہاتھ پھیرنے سے اللہ تعالی شفا بخشتے تھے۔ اور مسیح بمعنی ممسوح کے ہیں: ہاتھ پھیرا ہوا۔ کانا دجال مسیح اس لئے ہے کہ اس کی ایک آنکھ چوپٹ ہوگی، گویا وہاں کسی نے ہاتھ پھیر دیا ہے، اور وہ جگہ مٹ گئی ہے اور آنکھ نہیں رہی۔ (علمی خطبات ص ۴۹ ج ۱)

لطیفہ...... کھڑے ہوکر پیشاب کی سنت عورتوں کے لئے بھی ہے؟

ایک صاحب نے کسی مسجد میں حدیث پڑھی کہ: آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب

فرمایا، اس لئے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا سنت ہے، مجمع میں سے ایک شخص نے سوال کیا: یہ سنت صرف مردوں کے لئے ہے یا عورتیں کے لئے بھی؟

پکی ہوئی مچھلی کے ڈبہ پر دھوکہ کا لیبل

ایک مجلس میں فرمایا: ہم نے ایک ملک میں مچھلی کا پکا ہوا ڈبہ خریدا، اس پر لیبل لگا ہوا تھا: ''مذبوح علی طریقة الاسلام'' اسلامی طریقہ پر ذبح کیا ہوا۔ میں نے دکاندار سے پوچھا یہ کیا؟ اس نے جواب دیا: کسٹم آفیسر جاہل ہوتے ہیں، وہ اس لیبل کے بغیر گوشت کا کوئی آئیٹم (item) ملک میں نہیں آنے دیتے، اس لئے یہ لیبل لگایا ہے۔

سفرنامہ ابن بطوطہ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واقعہ جھوٹا نہیں ہے

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ: وہ دمشق پہنچا، جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد گیا، نماز کے بعد ایک صاحب تقریر کے لئے منبر پر چڑھے اور وعظ شروع کیا انہوں نے حدیث بیان کی کہ جب رات کا اتنا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالی سمائے دنیا پر اترتے ہیں، جب یہ حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا: ''کیف ینزل؟'' اللہ تعالی کیسے اترتے ہیں؟ اس نے یہ کیوں پوچھا؟ آج اگر کوئی مقرر یہ حدیث بیان کرتا ہے تو مجمع میں سے کوئی نہیں پوچھتا، اس وقت کیوں پوچھا؟ یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دور تھا، اور انہوں نے صفات کا مسئلہ چھیڑ رکھا تھا، اس لئے کسی نے پوچھا: ''کیف ینزل؟'' واعظ منبر سے نیچے اترا اور کہا: ''ھکذا ینزل'' اس طرح اللہ تعالی اترتے ہیں، ابن بطوطہ لکھتا ہے: لوگوں نے اس کی خوب پٹائی کی، ابن بطوطہ نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون.....ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں۔

اس واقعہ پر لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے، کیونکہ جس زمانہ میں ابن

بطوطہ دمشق پہنچا ہے اور جتنے دن وہاں رہا ہے ان دنوں میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیل میں تھے پھر یہ واقعہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہیں ہوں گے تو کوئی اور ابن تیمی ہوگا، جو ان کے خیالات سے متأثر ہوگا، اور مسافر ان دونوں باتوں میں فرق نہیں کرسکتا، بہر حال یہ جھوٹا واقعہ نہیں، ابن بطوطہ کا سفر نامہ دو جلدوں میں چھپا ہوا ہے، پوری کتاب میں کسی بات پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی، آخر یہی واقعہ ابن بطوطہ نے جھوٹا کیوں لکھ دیا؟۔

(علمی خطبات ص۱۲۴ ج۱)

نوٹ:...... یہ بھی ممکن ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو جیل سے جمعہ کی نماز میں حاضری کی اجازت ملی ہو، اس لئے اس واقعہ کو جھوٹا کہہ دینا صحیح نہیں۔ مرغوب احمد

تیسرا باب......تنقیدات

سجدۂ سہو کے دو مسئلوں کے مروج عمل پر تنقید

تمام ائمہ متفق ہیں کہ سجدۂ سہو قبل السلام بھی جائز ہے اور بعد السلام بھی، اختلاف صرف اولی اور افضل کا ہے، مگر چونکہ مسئلہ میں خوب بحث ہوئی ہے، اس لئے احناف کے ذہنوں میں قبل السلام سجدے کی گنجائش نہیں رہی۔ اور شوافع بعد السلام سجدے کو جانتے ہی نہیں۔ یہ جو ذہن بن گئے ہیں وہ ٹھیک نہیں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۲۰ ج ۲)

سجدۂ سہو کا اصل طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں سب کچھ پڑھ لے: تشہد بھی، درود بھی اور دعا بھی، اس کے بعد سلام پھیرے، پھر دو سجدے کرے، پھر صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے، مگر جماعت کی نماز میں عارضی مصلحت سے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے، پھر سجدے کئے جائیں اور درود و دعا سہو کے قعدہ میں تشہد کے بعد پڑھے جائیں۔ اور ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ مسبوق جان لیں کہ یہ ایمرجنسی سلام ہے اور وہ کھڑے ہونے میں جلدی نہ کریں۔ مگر اب طریقہ یہ چل پڑا ہے کہ ہر نماز میں صرف تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں، بلکہ بعض کتابوں میں یہی مسئلہ لکھ دیا ہے۔ حالانکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کی صحیح صورت وہ ہے جو میں نے بیان کی۔ ائمہ کے اختلاف کو اور احادیث کے مطلب کو سمجھنے کے لئے مذہب کی اصل صورت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۱۹ ج ۲)

نوٹ:......صحیح صورت مسئلہ یہ ہے کہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کے سلام سے پہلے ہی درود شریف اور دعائیں پڑھی

جائیں گی، اور سجدۂ سہو کے بعد جو تشہد پڑھا جاتا ہے اس میں درود شریف اور دعائیں نہیں پڑھی جائیں گی، بلکہ تشہد کے فوراً بعد سلام پھیر دیا جائے گا۔ اس کے برخلاف حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ سجدۂ سہو کے سلام سے پہلے درود شریف اور دعائیں نہیں پڑھی جائیں گی، بلکہ سہو کے بعد والے تشہد میں انہیں پڑھا جائے گا.........اور اس مسئلہ میں ایک تیسری رائے بھی ہے کہ دونوں قعدوں میں درود پڑھا جائے، اسی کو بعض فقہاء نے احوط قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! قاضی خان، شامی، ہدایہ، تاتارخانیہ۔ کتاب النوازل ص ۶۰۷ ج ۳)

حدیث کا کتب فقہ یا تفسیر یا بزرگوں کے ملفوظات میں پایا جانا کافی نہیں

کسی حدیث کا کتب فقہ میں یا کتب تفسیر میں یا بزرگوں کے ملفوظات میں یا کسی اور جگہ پایا جانا حدیث کی صحت کے لئے کافی نہیں یہاں تک کہ وہ حدیث کی کسی کتاب میں نہ ملے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ بھی ہوں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲/۲۴۶، ۴۷ ج ۲)

قنوت کی دعائیں دو منقول ہیں اس لئے ایک ہی پر اکتفا ٹھیک نہیں

قنوت کی دعائیں روایات میں دو آئی ہیں، ایک ''اللھم اھدنی فیمن ھدیت ، الخ'' دوسری ''اللھم انا نستعینک ، الخ'' پہلی کو شوافع نے اختیار کیا ہے، اور دوسری کو احناف نے، اس اختیار کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلی دعا احناف کو عموماً یاد نہیں ہوتی، اور دوسری دعا شوافع کو یاد نہیں ہوتی، یہ ٹھیک نہیں۔ دونوں دعائیں آپ ﷺ سے مروی ہیں۔ پس دونوں دعائیں یاد کرنی چاہئے اور پڑھنی چاہئیں، کبھی یہ کبھی وہ۔ اور دونوں کو ایک ساتھ پڑھے تو سبحان اللہ۔ (تحفۃ الالمعی ص ۳۲۰ ج ۲)

نوٹ:......احناف کی اختیار کردہ دعا صحاح ستہ میں نہیں، حتی کہ ''طحاوی شریف'' میں بھی

نہیں ہے، ہاں ''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں یہ دعا آئی ہے۔ اس لئے احناف کو بھی دونوں دعائیں یاد کرنی چاہئے اور پڑھنی چاہئے۔ ہمارے مدارس اور مکاتب میں ان دونوں دعاؤں کو سکھانا چاہئے۔ مرغوب احمد

پبلک مقامات میں عورتوں کے لئے علیحدہ نماز کا انتظام ہونا چاہئے

یہ جو مسئلہ ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے، اس کا ردعمل یہ ہوا کہ عورتیں بازار میں یا اسٹیشن پر یا پبلک مقامات میں ہوتی ہیں اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ میسر نہیں ہوتی تو وہ نماز قضا کر دیتی ہیں، مگر مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھتیں، کیونکہ ذہن یہ بن گیا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نہیں جانا چاہئے، حالانکہ مسجدیں مردوں کی جاگیر نہیں ہیں، ایسی مجبوری میں عورتوں کو مسجد میں جا کر کسی علیحدہ جگہ میں نماز پڑھنی چاہئے بلکہ پبلک مقامات میں جو مسجدیں ہیں ان میں عورتوں کے لئے علیحدہ نماز پڑھنے کا انتظام ہونا چاہئے، ان کا دروازہ الگ ہو، ان کے وضو وغیرہ کا انتظام الگ ہوتا کہ عورتیں اپنے دروازے سے آئیں اور نماز پڑھ کر چلی جائیں۔ (تحفۃ الالمعی ص ۴۱۶/۱۷۱ ج ۲)

حکایات اولیاء آنکھ بند کر کے نہیں مان لینی چاہئیں

حدیث شریف میں ہے کہ: جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالی اس کے سر کو گدھے کے سر سے بدل دیں۔

ایک محدث نے اس حدیث کو آزمایا، اور بالقصد نماز کے کسی رکن میں امام سے پہلے سر اٹھایا، تو ان کا سر گدھے کی طرح ہو گیا، پھر وہ نقاب ڈال کر حدیث پڑھاتے تھے۔ یہ بے صفحہ کا قصہ ہے۔ طالب علم سوال کرتا ہے کہ: کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟ جواب یہ ہے کہ ایک بار نہیں ہزار بار ہو سکتا ہے، مگر ایسا ہوا اس کی کیا دلیل ہے؟ یہ انوکھا اور عجیب وغریب واقعہ اگر

ظہور پذیر ہوا ہوتا تو تواتر کے ساتھ منقول ہوتا، اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا تذکرہ ہوتا، اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کا ذکر آتا، جبکہ کسی کتاب میں اس کا تذکرہ نہیں، یہ دلیل ہے کہ یہ بے صفحہ کا قصہ ہے۔

فائدہ:......لوگ ایک بڑی غلطی کرتے ہیں: وہ ایسی ویسی کچی باتوں کو اور مہمل حکایات کو کرامت کے نام پر مان لیتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟ حالانکہ ''ہوسکتا ہے'' اور ''ہوا ہے'' سب کچھ ہوسکتا ہے، مگر ہوا ہے اس کی دلیل چاہئے۔ سورۃ الفرقان (آیت ۷۳:) میں مؤمن کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ: جب اس کے سامنے کوئی بات دین کے عنوان سے آتی ہے تو وہ اس پر بہرہ گونگا ہو کر نہیں گرتا، عقل سے کام لیتا ہے، کھری بات قبول کرتا ہے اور کچی بات رد کر دیتا ہے، لہذا حکایات الاولیاء آنکھ بند کر کے نہیں مان لینی چاہئیں، اس سے گمراہی کا دروازہ کھلتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۱۷۴ ج ۲)

تسبیح فاطمی حقیقت میں تسبیح فقراء ہے، اور تسبیح فاطمی دوسری ہے

(۳۳ر مرتبہ: سبحان اللہ، ۳۳ر مرتبہ الحمد للہ، ۳۴ر مرتبہ اللہ اکبر والی تسبیح) عوام الناس میں تسبیح فاطمی کے نام سے مشہور ہے، مگر حقیقت میں یہ تسبیح فقراء ہے، اور تسبیح فاطمی دوسری ہے، اور وہ ہے رات میں سونے سے پہلے میاں بیوی دونوں پڑھیں، اس عمل کی برکت سے عورت گھر کے کاموں سے تھکے گی نہیں، آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بطور خاص یہ عمل بتلایا تھا۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۴۸ ج ۲)

بزرگوں کی قبروں پر جانا دیوبندیت نہیں

اب لوگوں میں زیارت قبور کا سلسلہ تقریباً ختم ہوگیا ہے، سال گذر جاتا ہے، مگر قبرستان کوئی نہیں جاتا، زیارت قبور مامور بہ ہے، اس میں اموات کا بڑا فائدہ ہے، اور زندوں کا

بھی فائدہ ہے، اپنی موت یاد آتی ہے، اور دنیا سے دل اکھڑتا ہے، پس گاہ بہ گاہ عام قبرستان میں جانا چاہئے، اس کی طرف سے غفلت ٹھیک نہیں۔ اور یہ جو بزرگوں کی قبروں پر جانے کا سلسلہ بڑھتا جارہا ہے، مگر یہ دیوبندیت نہیں، یہی سلسلہ بڑھ کر قبر پرستی کی شکل اختیار کرے گا، پھر اس زیارت میں زندوں کا کوئی فائدہ نہیں، اولیاء کی قبور پر جاکر اپنی موت کو کوئی یاد نہیں کرتا، یہ مقصد تو (عام) قبرستان میں جاکر پورا ہوتا ہے، پس ہر مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت کے لئے جانا چاہئے۔ (تحفۃ الالمعی ص ٦٦٤ ج ٣)

قبروں پر مراقبہ، اور ذکر جہری یہ سب باتیں غیر ثابت ہیں

حضرۃ الاستاذ علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی قدس سرہ (صدر المدرسین دار العلوم دیوبند) کے ساتھ میں کئی مرتبہ قبرستان قاسمی میں گیا ہوں، جہاں سے قبرستان شروع ہوتا ہے حضرت بجلی کے کھمبے کے پاس رک جاتے تھے، اور تقریبا دس منٹ کھڑے ہوکر کچھ پڑھتے تھے پھر واپس لوٹ جاتے تھے، بس یہی سنت ہے۔

بعض لوگ قبروں پر مراقبہ کرتے ہیں، گھنٹوں سر جھکائے بیٹھے رہتے ہیں، اور بعض لوگ ذکر جہری کرتے ہیں، یہ سب باتیں غیر ثابت اور بدعت ہیں، ان سے احتراز کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں کسی بھی بزرگ کا عمل حجت نہیں، حجت قرآن وحدیث اور قرون ثلاثہ کا تعامل ہے۔

جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' چھپا اور وہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچایا گیا تو آپ نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا، بلکہ طالب علم سے فرمایا: اس کو حمام میں جھونک دو، اور فرمایا: ''ہم نے حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت طریقت میں کی ہے شریعت میں نہیں کی''۔

اور یہ واقعہ ہے کہ بعض حضرات انتہائی کبرسنی میں کچھ بدعات کی طرف مائل ہوجاتے ہیں، اس لئے اگر بزرگوں کا عمل کتاب وسنت کے مطابق ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ ع

کالائے بد بہ ریش خاوند

(تحفۃ الالمعی ص۴۶۲ ج۳)

فجر وعصر میں ائمہ کو مقتدیوں کی طرف پوری طرح منہ کرکے بیٹھنا چاہئے

نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھنے کا طریقہ عرب ائمہ کا صحیح ہے، وہ پوری طرح گھوم کر لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھتے ہیں، اور ہمارے یہاں جو طریقہ ہے وہ کعبہ کے احترام میں اور اس کے ادب میں ایسا کرتے ہیں، دائیں بائیں مڑکر بیٹھتے ہیں تاکہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہ ہو، حالانکہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرنے کی ممانعت صرف مخصوص حالات میں ہے، پس عصر وفجر کے بعد ائمہ کو لوگوں کی طرف پوری طرح متوجہ ہوکر بیٹھنا چاہئے۔

(تحفۃ القاری ص۳۵۲ ج۳)

طلبہ مہمانان رسول ہیں یا سارے مسلمانوں کے مہمان ہیں؟

لوگوں میں مشہور ہے کہ طلبہ مہمانان رسول ہیں، حالانکہ ''ترمذی شریف'' کی حدیث (۲۴۷۴) میں ان کو ''اضیاف اھل الاسلام ''مسلمانوں کا مہمان کہا گیا ہے، یعنی تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین حاصل کرنے والوں کی کفالت کریں۔

(تحفۃ القاری ص۱۷۰ ج۳)

اب مسجد میں ذراسی تاخیر پر بھی امام کا انتظار نہیں کرتے، یہ صحیح نہیں ہے

ہمارے معاشرے کی ایک کوتاہی پر فرمایا:

اب ٹن کی نمازیں شروع ہوگئی ہیں جونہی گھڑی میں وقت ہوتا ہے امام کو نماز پڑھانی پڑتی ہے، وہ تاخیر نہیں کرسکتا، اور امام حاضر نہیں ہے تو کوئی بھی پڑھا دیتا ہے، امام کا انتظار نہیں کرتے، یہ صحیح طریقہ نہیں۔ دور اول میں ائمہ کا مسجد پر کنٹرول تھا، ان کی مرضی کے خلاف نمازیں نہیں ہوسکتی تھیں، یہی سنت ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۴۲۵ ج ۲)

ہم نے سحری میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے نبوی طریقہ چھوڑ دیا

عہد رسالت میں رمضان المبارک کی راتوں میں جو دو اذانیں دی جاتی تھیں ان میں سے پہلی اذان سحری کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے تھی، اور دوسری اذان فجر کے لئے تھی، ہم لوگ سحری میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں، اور جو طریقہ آپ ﷺ کا تھا اس پر عمل نہیں کرتے، یہ ٹھیک نہیں، گھنٹہ، ڈھول اور سائرن وغیرہ نہیں بجانا چاہئے، بلکہ آپ ﷺ کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

(تحفۃ القاری ص ۴۸۵ ج ۲)

نوٹ:...... بعض علاقوں میں مؤذن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ پورے گاؤں یا محلّہ میں جا کر آواز دے اور لوگوں کو اٹھائے۔ از: مرتب

نماز کے بعد دعا کا ترک صحیح نہیں ہے

سلفی کہتے ہیں: اب نمازوں کے بعد دعا کا التزام ہوگیا ہے، اس لئے اس کو بند کردینا ضروری ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے عدم دعا کا التزام شروع کردیا ہے، لہذا اس کو بھی بند کرنا ضروری ہے۔

اصلاح کا یہ طریقہ نہیں کہ اللہ تعالی سے مانگنا بند کردیا جائے، یہ تو دوسری غلطی ہے، پہلی غلطی التزام دعا تھی، دوسری غلطی ترک دعا ہے، بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ امام صاحب

وقتاً فو قتاً لوگوں کو مسئلہ سمجھائیں، اور گاہ بہ گاہ اس پر عمل کر کے بھی دکھائیں، ان شاء اللہ ایسا کرنے سے لوگ صحیح بات سمجھ لیں گے۔ (علمی خطبات ص۵۳ ج۲)

مدارس میں دارالافتاء کا جال

آج کل ہمارے ملک اور پڑوس کے ملک دونوں میں دارالافتاء کا جال بچھا ہوا ہے، بلکہ اب نئے مدارس دارالافتاء سے شروع ہوتے ہیں، اور داخلہ کے لئے کوئی استعداد ضروری نہیں، ہر فارغ داخلہ لے سکتا ہے، اور چند ماہ میں مفتی بن جائے گا، اور خوش فہمی میں مبتلا ہو جائے گا کہ اسے سب کچھ آ گیا۔ اور لوگ بھی اس سے مسائل پوچھنے لگیں گے اور وہ ''ضلَّ و اضلَّ'' کا مصداق بن جائے گا، مگر مدارس میں استعداد سازی پر محنت کرنے والا کوئی نہیں، اس مدرسہ کو چھوٹا مدرسہ سمجھا جاتا ہے (جس میں دارالافتاء نہیں ہوتا) چندہ بھی اس کو کم ملتا ہے، اس لئے ہر شخص دورہ یا دارالافتاء کھول کر بیٹھ جاتا ہے، یہ جو طریقہ تیزی سے چل پڑا ہے یہ بھی تباہی کا پیش خیمہ نظر آتا ہے۔ (علمی خطبات ص۲۷۰ ج۲)

دیوبندیت کا امتیاز مٹ رہا ہے، اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج

دیوبندیت کا امتیاز انبیاء، اولیاء اور ان کی قبور کو صحیح مقام دینا ہے، ان کے بارے میں غلو سے بچنا ہے، مگر اب ہم بھی اولیاء کی قبور کے ساتھ وہی معاملہ کرنے لگے ہیں جن کو بدعات کے دائرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اکابر کی قبروں پر کتبوں کا رواج عام ہو گیا ہے، جبکہ ''ترمذی شریف'' میں حسن صحیح حدیث ہے، اس میں قبروں پر لکھنے سے منع کیا گیا ہے، ہاں یہ جزئیہ فقہ میں ضرور ہے کہ بڑوں کی قبر پر لکھ سکتے ہیں، مگر بڑا کون ہے؟ اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ پس ماندگان کے نزدیک تو ان کا مرحوم بڑا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ نہ مقبرہ قاسمی میں کوئی کتبہ تھا، نہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی قبر پر، نہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی قبر پر، مگر

اب مقبرہ قاسمی میں ہم جاتے ہیں تو عیسائیوں کی قبرستان کا سماں نظر آتا ہے۔
(جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم ص:۳۹٫۴۰)

مسجد کے احاطہ اور مدرسہ میں بزرگوں کی تدفین منع ہے

اب دیوبندیوں میں بزرگوں کی مسجد میں تدفین کا اور مدارس کے بانیان کا مدرسہ میں تدفین کا عام رواج ہو چلا ہے، جبکہ حدیث شریف میں اس کی صاف ممانعت ہے، اپنی ملکیت میں تدفین تو جائز ہے، یا گورغریباں میں تدفین ہو، مسجد اور مدرسہ کسی کی ملکیت نہیں مدرسہ اس کے بانی کا ذاتی وقف نہیں، چندے سے قائم کیا گیا ہے، پھر بانی کی مدرسہ میں تدفین کا کیا مطلب؟ کل جب جہالت کا دور شروع ہوگا تو انہی قبروں کی پوجا شروع ہو جائے گی۔ (جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم ص:۴۱)

یہ پروپیگنڈہ کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا

لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند امت کو متحد نہیں ہونے دیتا، اس پروپیگنڈہ کی کچھ حقیقت نہیں، دارالعلوم دیوبند مسلک حق کا محافظ ہے، اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ کوئی بھی اشتباہ پیدا نہ ہونے دے تا کہ راہ حق کے راہ رو منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

اور اگر دارالعلوم دیوبند کو یہ الزام دیا جاتا ہے تو یہ الزام تو آقائے مدنی ﷺ تک پہنچے گا، تہتر فرقوں والی حدیث میں یہی تفریق تو کی گئی ہے، پھر یہ الزام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچے گا، آپ نے آیت کریمہ: ﴿كنتم خير امة اخرجت للناس﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''خاصة فی اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم'' یہ آیت کریمہ صرف صحابہ کرام کی شان میں نازل ہوئی ہے، اگر قیامت تک کی ساری امت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ ''انتم'' فرماتے ''کنتم'' نہ فرماتے، پھر فرمایا کہ: صحابہ کے بعد جو لوگ آئیں گے

ان میں سے جو لوگ صحابہ کے عقائد و اعمال پر ہوں گے وہی آیت کا مصداق ہوں گے۔

(حیاۃ الصحابہ، از: حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی، باب ثالث: در بیان آثار)

(حیاۃ الصحابہ عربی ص: ١٠١/١٠٢ ج ١، الآثار فی صفة الصحابة الکرام رضی اللہ عنھم، دار ابن کثیر

حیاۃ الصحابہ اردو ص ٦٨ ج ١، ط: مکتبۃ العلم، کراچی)

پس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی امت میں تفریق کی ہے، یہ الزام تو ان کے سر بھی جائے گا۔

ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟

ایک سوال......امت کا انتشار امت کی کمزوری کا باعث ہے، اور ان کا اتحاد ملت کی قوت کا سبب ہے، پھر ملت کے اتحاد کی کیا صورت ہوگی؟

جواب......اس سلسلے میں یہ قاعدہ جاننا چاہئے کہ ملکی مسائل میں ملک کے تمام باشندوں کو مل کر بیٹھنا چاہئے، اور ملک کی سالمیت کے لئے متفقہ فیصلہ کرنا چاہئے، جنگ آزادی کے وقت ہندو مسلم اتحاد اس کی مثال ہے۔

اور ملی مسائل میں ملت کے تمام فرقوں کو مل کر بیٹھنا چاہئے، اور ملت کی سلامتی کے لئے ایک آواز بلند کرنی چاہئے، مسلم پرسنل لاء کا اتحاد اس کی مثال ہے، مسلم پرسنل لاء میں قادیانیوں کے علاوہ تمام جماعتیں شامل ہیں۔

اور مسلک و مشرب کے اختلاف میں ہر ایک کو اپنی رائے پر رہ کر نزاع سے بچنا چاہئے، اس وقت زیر بحث یہ تیسری صورت ہے، حق اور باطل روشنی اور تاریکی، ہدایت اور گمراہی ایک ساتھ جمع ہوں گے تو نقصان اہل حق کا ہوگا، باطل فرقے اپنی دعوت جاری رکھیں گے اور اہل حق کا میدان تنگ ہوتا جائے گا۔ (جلسۂ تعزیت کا شرعی حکم ص: ٨٤/٨٥/٨٦)

دعوت وتبلیغ والوں کا جہاد کے فضائل اپنے کام پر چسپاں کرنا صحیح نہیں

یزید بن ابی مریم کہتے ہیں: عبایہ بن رفاعہ پیچھے سے آکر مجھ سے ملے، میں نماز جمعہ کے لئے جا رہا تھا، انہوں نے کہا: خوشخبری سن لو، آپ کے یہ قدم راہ خدا میں ہیں، میں نے حضرت ابوعبس انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ جس کے قدم راہ خدا میں گرد آلود ہوں وہ جہنم پر حرام ہیں۔

''کتاب الجہاد'' میں آنے والے فضائل ایک خاص کام کے لئے ہیں، لیکن تبلیغی جماعت کے حضرات ان روایات کو عام رکھتے ہیں، بلکہ اپنے ہی کام کو اس کا مصداق ٹھہراتے ہیں، اور ان حضرات نے ''مشکوۃ'' سے جو ابواب منتخب کئے ہیں ان میں پوری ''کتاب الجہاد'' شامل کی ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کا کام بھی جہاد ہے، میری اس موضوع پر حضرت مولانا محمد عمر صاحب قدس سرہ سے گفتگو بھی ہوئی ہے اور مکاتبت بھی ہوئی ہے، حضرت قدس سرہ کا موقف یہ تھا کہ ہمارا کام بھی جہاد ہے، حضرت نے ایک خط میں اپنی دلیل کے طور پر ''ترمذی شریف'' کی یہی روایت مجھے لکھی تھی کہ عبایہ نے مسجد میں جانے کو فی سبیل اللہ کا مصداق ٹھہرایا ہے، پھر دعوت وتبلیغ کا کام اس کا مصداق کیوں نہیں ہوسکتا؟ میں نے جواب لکھا کہ:

اول تو......عبایہ صحابی نہیں ہیں، صحابہ کے اقوال حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں، اور تابعین کے بارے میں خود امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''هم رجال و نحن رجال''، یعنی ان کے اقوال ہم پر حجت نہیں، اگر کسی صحابی نے اس اصطلاح کو عام کیا ہوتا تو بات بھی تھی۔

ثانیا...... دعوت وتبلیغ ہی اس کا مصداق کیوں؟ آپ اگر چہ ''ہی'' نہیں استعمال کرتے ''بھی'' کہتے ہیں، مگر جماعت تبلیغ کے عوام نے تو اس ''بھی'' کو ''ہی'' سے بدل دیا ہے،

یعنی وہ اپنے ہی کام کو جہاد کہتے ہیں، بلکہ وہ حقیقی جہاد کو بھی شاید جہاد نہیں مانتے، جہاد (کے فضائل) ان کے نزدیک دعوت تبلیغ میں منحصر ہیں۔

ثالثا...... دیگر دینی کام کرنے والے مثلاً تعلیم و تدریس میں مشغول اور تصنیف و تالیف میں منہمک لوگ اپنے کام کے لئے فی سبیل اللہ اور جہاد والے فضائل ثابت نہیں کرتے، پھر جماعت ہی یہ روایات کیوں استعمال کرتی ہے؟ اس کے بعد حضرت کا اس موضوع پر کوئی خط نہیں آیا۔

البتہ ایک دوسرے خط میں حضرت قدس سرہ نے یہ عقلی دلیل لکھی تھی کہ جہاد حسن لغیرہ ہے، فی نفسہ تو جہاد فساد فی الارض ہے، اور دعوت وتبلیغ کا کام فی نفسہ حسن لذاتہ ہے، یہ دعوت الی اللہ اور دعوت الی الاعمال الصالحہ ہے، پس جو فضیلت اور ثواب حسن لغیرہ کا ہے وہ حسن لذاتہ کا کیوں نہیں؟ میں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ ثواب میں قیاس ہے اس لئے معتبر نہیں، کیونکہ قیاس احکام شرعیہ میں چلتا ہے دیگر امور توقیفی ہیں، یعنی ان کے لئے نص چاہئے۔ نیز اجر بقدر مشقت ہوتا ہے، اور یہ بات اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں کہ کس کام میں کتنی مشقت ہے؟ اور کس کام کا کتنا ثواب ہونا چاہئے؟ بندے یہ بات نہیں جان سکتے، اور یہاں تو بات بدیہی ہے، جہاد اصطلاحی کی مشقت کے پاسنگ کو بھی مروجہ تبلیغ کا کام نہیں پہنچ سکتا، پھر وہ اجر وثواب اور وہ فضائل اس کام کے لئے بلکہ کسی بھی دینی کام کے لئے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور آج تک کسی نے یہ روایات دیگر کاموں کے لئے بیان نہیں کیں۔

ملحوظہ...... میں دعوت وتبلیغ کا مخالف نہیں ہوں، میں تمام دینی کاموں کی اور ان کے کارکنان کی قدر کرتا ہوں، اور دعوت وتبلیغ سے تو بطور خاص تعلق رکھتا ہوں، مگر میرے لئے اللہ تعالی نے تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف مقدر کی ہے، یہ اپنا نصیب ہے، اس لئے میری بات کو کسی مخالفت پر محمول نہ کیا جائے، بلکہ میں نے جو بات عرض کرنی چاہئے تھی وہ

کی ہے۔(تحفۃ الالمعی ص۵٦۴ ج۴)

تبلیغی جماعت کے حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ان کا کام جہاد ہے، کیونکہ جب جمعہ کے لئے جانا فی سبیل اللہ ہے تو تبلیغ کے لئے نکلنا فی سبیل اللہ کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلا شبہ تبلیغ کے لئے نکلنا فی سبیل اللہ (راہ خدا میں نکلنا) ہے مگر یہ الحاق ہی اس کی فضیلت ہے، جہاد فی سبیل اللہ کے تمام فضائل تبلیغ کے لئے ثابت نہیں کئے جائیں گے، جیسے ''مشکوۃ'' ''کتاب العلم'' میں حدیث ہے: ''من خرج یطلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع'' جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلا وہ جب تک گھر لوٹ نہ آئے اللہ کے راستہ میں ہے، یعنی طالب علم: مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ لاحق ہے، اور یہ الحاق ہی اس کی فضیلت ہے۔ یا جیسے ایک مرتبہ صحابہ کا سپہ گری میں مقابلہ ہو رہا تھا، نبی ﷺ بھی موجود تھے، دونوں پارٹیوں کے لیڈروں نے اپنے لئے آدمیوں کا انتخاب کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بچ گئے، نبی ﷺ نے ان کو اپنے پاس بٹھالیا اور فرمایا: ''سلمان منّا اھل البیت'' سلمان ہمارے گھرانے کے فرد ہیں۔ یہ الحاق ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لئے فضیلت ہے، اہل بیت کے تمام فضائل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت نہیں کئے جائیں گے۔

مگر تبلیغی احباب کو اصرار ہے کہ ہمارا کام ہی فی سبیل اللہ ہے، پھر وہ جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ کی تمام آیات و احادیث کو اپنے کام کا مصداق قرار دیتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے، اس لئے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جو آیات و احادیث جہاد کے ساتھ خاص ہیں تبلیغی کام ان کا مصداق نہیں۔ حدیث شریف میں طالب علم کو فی سبیل اللہ قرار دیا گیا ہے، مگر کوئی شخص طالب علم کے لئے جہاد کی آیات و احادیث استعمال نہیں کرتا، اور اہل

بیت کے تمام فضائل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لئے ثابت نہیں کرتا، اسی طرح تبلیغی کام بے شک دینی کام ہے، مگر اس کام کو ان آیات واحادیث کا مصداق قرار دینا جو مجاہدین کے لئے ہیں، سخت غلطی ہے۔ (تحفۃ القاری ص ۲۲۸ ج ۳)

تبلیغ والوں کا نمازیوں کا خیال رکھے بغیر نماز کے بعد اعلان شروع کر دینا

مسجد دراصل نماز پڑھنے کے لئے ہے، پھر دیگر دینی کاموں کے لئے ہے، لہذا جب تک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں جماعت خانہ میں دیگر دینی کام نہیں کرنے چاہئیں۔ تبلیغ والے نمازوں کے بعد خاص طور پر مغرب کے بعد جلدی دوسنتیں پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اعلان کرنے لگتے ہیں: ''نمازیوں کا خیال کر کے آگے آجائیں'' حالانکہ وہ خود خیال نہیں کر رہے ہیں۔ ابھی لوگ سنتوں میں مشغول ہیں اور وہ یہ اعلان شروع کر دیتے ہیں، اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے، لہذا ان کو اس سے احتراز کرنا چاہئے، جب لوگ سنتوں سے فارغ ہو جائیں تو دین کے دوسرے کام مسجد میں کرنے کی اجازت ہے۔
(تحفۃ الالمعی ص ۱۴۰ ج ۲)

تبلیغی احباب کہتے ہیں: دعوت کے کام پر جہاد کا ثواب ملے گا، یہ صحیح نہیں

تبلیغی احباب کہتے ہیں: جہاد حسن لغیرہ ہے، اور دعوت کا کام حسن لذاتہ ہے، پس جو ثواب حسن لغیرہ کے لئے ہے وہ ثواب ہمارے کام کے لئے بھی بدرجۂ اولی ہوگا۔ ان کی یہ بات صحیح نہیں، ثواب کا مدار حسن پر نہیں، نماز بھی حسن لذاتہ ہے، مگر اس کے لئے جہاد کا ثواب کوئی ثابت نہیں کرتا، بلکہ اجر کا مدار مشقت پر ہے، اور جہاد کی مشقت میں اور دعوت کی مشقت میں آسمان وزمین کا فرق ہے، پس دونوں کا ثواب ایک نہیں ہوسکتا، اور آیات واحادیث جہاد کا تبلیغ کے کام کے لئے پڑھنا درست نہیں۔ (تحفۃ القاری ص ۵۱۲ ج ۲)

چوتھا باب......حدیث میں بصیرت کی مثالیں

ترمذی کی دو روایتوں میں الجھن اور حضرت کی فہم

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو بہتر ہے، اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ہے، اور جو لیٹ کر پڑھے اس کے لئے بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے آپ ﷺ سے بیمار کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو کروٹ پر لیٹ کر پڑھو۔

تشریح:......ان دونوں روایتوں کا مدعیٰ متعین کرنے میں شارحین بہت الجھے ہیں، کیونکہ ان کی زیادہ سے زیادہ چار تقدیریں ہوسکتی ہیں: (۱): دونوں روایتیں فرض نماز سے متعلق ہوں، (۲): دونوں نفل نماز سے متعلق ہوں، (۳): دونوں میں مریض کی نماز کا حکم ہو، (۴): یا دونوں تندرست کی نماز کے بارے میں ہوں۔

میں نے دونوں حدیثوں کو ملا کر ان کا جو مطلب سمجھا وہ یہ ہے کہ یہ دونوں فرض کے بارے میں ہیں، اور ان میں بیمار کی نماز کا حکم ہے۔ دوسری حدیث میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیمار کی نماز کے بارے میں دریافت کرنا اس کی دلیل ہے۔ اور پہلی حدیث میں ثواب کا بیان ہے، اور دوسری میں صحت صلوۃ کا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صحت صلوۃ میں عامل کی قدرت کا اعتبار ہے، اور ثواب میں نفس الامری قدرت کا لحاظ ہے۔ یعنی اگر مصلی کا خیال ہے کہ وہ کھڑے ہوکر فرض پڑھنے پر قادر نہیں تو وہ نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے، نماز ہو جائے گی۔ اور اگر اس کی بھی ہمت نہیں تو لیٹ کر پڑھے، نماز صحیح ہو جائے گی، مگر ثواب نفس الامری قدرت کے لحاظ سے ملے گا۔ پس جو شخص بے ہمت ہو گیا اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی حالانکہ نفس الامر میں اسے قیام پر قدرت ہے تو اسے آدھا ثواب ملے گا۔ اور اگر وہ واقعی قیام پر قادر نہیں اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھی تو پورے ثواب کا مستحق ہوگا۔ یہی مسئلہ لیٹ کر نماز پڑھنے والے کا ہے: اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے مگر وہ بے ہمتی کی بناء پر لیٹ کر پڑھتا ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں جتنا ثواب ملے گا اس سے آدھا ملے گا، اور اگر نفس الامر میں بھی بیٹھ کر پڑھنے پر قادر نہیں تو پھر لیٹ کر پڑھی ہوئی نماز کا پورا ثواب ملے گا۔

غرض آپ ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو ایک تو مسئلہ بتایا ہے کہ مریض کھڑے ہوکر، بیٹھ کر، اور لیٹ کر ہر طرح نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور دوسری بات یہ بتائی ہے کہ ثواب میں نفس الامری قدرت کا لحاظ ہے۔

(تحفۃ الالمعی ص ۱۹۹ ج ۲۔ تحفۃ القاری ص ۴۴۰ ج ۳)

تسبیحات نوافل کے بعد پڑھے یا فرضوں کے بعد، اور حضرت کی رائے

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ تسبیحات فرضوں کے بعد متصلاً پڑھنی چاہئیں، مگر میری ناقص رائے یہ ہے کہ یہ تسبیحات سنن ونوافل سے فارغ ہوکر پڑھنے چاہئیں، تا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث – کہ: آپ ﷺ فرضوں کے بعد صرف ''اللّٰھم انت السّلام'' کے بقدر بیٹھتے تھے – کے خلاف لازم نہ

آ ئے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۴۸ ج ۲۔ تحفۃ القاری ص ۱۷۱ ج ۳)

’’سونے سے پہلے وتر پڑھ لو‘‘ سے کیا مراد ہے؟ اور حضرت کی رائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ: میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

اس حدیث میں وتر سے کیا مراد ہے؟ عام طور پر یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس سے مراد وتر حقیقی ہے، مگر میری رائے میں حدیث مذکور میں صرف وتر مراد نہیں ہے، بلکہ وتر اور صلوۃ اللیل کا مجموعہ مراد ہے۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اٹھنے کا یقین نہ ہو، اس کے مشاغل ایسے ہوں کہ وہ اٹھ نہیں سکتا، یا دیر سے سوتا ہے، یا طبعی طور پر مزاج ایسا ہے کہ پڑا اور مرا ایسے لوگوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ سونے سے پہلے تہجد کی نیت سے نفلیں پڑھ لیں، پھر وتر پڑھیں اور سو جائیں۔ یہ تہجد نہیں بلکہ ایڈوانس بدل ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی وجہ سے تہجد نہیں پڑھ پاتے تو سورج نکلنے کے بعد بارہ رکعت پڑھتے تھے۔ ظاہر ہے یہ نفلیں تہجد کی نہیں بلکہ اس کا بدل ہیں، اور بدل مؤخر بھی ہوسکتا ہے اور مقدم بھی۔ غرض حدیث میں حقیقی وتر مراد نہیں، بلکہ تہجد کا بدل مراد ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۳۰۷ ج ۲)

ظہر سے پہلے سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں یا دو؟ اور حضرت کی رائے

ظہر سے پہلے سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں یا دو رکعت؟ دونوں طرح کی روایات منقول ہیں، اور دونوں صحیح ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ کا رجحان یہ ہے اور میری بھی ناقص رائے یہی ہے کہ دونوں روایتیں معمول بہا ہیں، عمومی احوال میں ظہر سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، اور وقت کی تنگی ہو، جماعت کھڑی ہونے والی ہو تو پھر دو رکعت پڑھ لے، اس سے بھی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ (تحفۃ الالمعی ص ۲۵۵ ج ۲)

نوٹ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نماز ظہر سے پہلے چار رکعت اور نماز ظہر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ کو کبھی ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنے کا موقع نہ ملتا تو ظہر کے بعد چار رکعت ادا فرما لیتے۔

(۱)......عن علی قال : کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلّی قبل الظهر اربعا و بعدها رکعتین۔

(۲)......عن عائشة : ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا لم یصل اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الاربع قبل الظهر ، و باب آخر منه ، رقم الحدیث:۴۲۴/۴۲۶)

اس لئے وقت کی تنگی ہو اور پہلے نہ پڑھ سکے تو بعد میں پڑھ لینی چاہئے۔ مرغوب احمد

میرے نزدیک ''عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں'' کی توجیہ

حدیث شریف میں ہے: عید کے دو مہینے گھٹتے نہیں۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: اس کی دس توجیہیں کی گئی ہیں، میرے نزدیک وہ سب صحیح نہیں، اس لئے میں نے گیارہویں توجیہ کی ہے، آپ حضرات کی سمجھ میں یہ توجیہ نہ آئے تو بارہویں توجیہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ وہ دس توجیہیں کیا ہیں، اور کیوں صحیح نہیں؟ یہ تفصیل طلب بات ہے۔......

پس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مقصود صرف رمضان کی فضیلت بیان کرنا ہے، یعنی اگر رمضان انتیس دن میں پورا ہو تو بھی ثواب پورے تیس دن کا ملے گا، اور ماہ ذی الحجہ کا تذکرہ محض طرداً للباب کیا گیا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عربی زبان کا اسلوب بیان یہ ہے کہ جب دو چیزوں میں مناسبت ہوتی ہے تو دونوں کو ملا کر ایک چیز کا حکم بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اقتلوا الاسودين في الصلوة : الحية والعقرب'' اس حدیث کا مقصود سانپ کو مارنے کا حکم دینا ہے، بچھو کا تذکرہ تبعا ہے، مگر چونکہ حدیث میں بچھو کا بھی تذکرہ آیا ہے اس لئے اس کو بھی مار دینا چاہئے۔

اسی طرح مسلسلات میں ایک موضوع حدیث ہے: ''اضافني بالاسودين : التمر والماء'' میری ضیافت کی دو کالی چیزوں سے یعنی کھجور اور پانی سے۔ کھجور تو کالی ہوتی ہے اور اس سے ضیافت بھی کی جاتی ہے، مگر پانی نہ تو کالا ہوتا ہے اور نہ اس سے ضیافت کی جاتی ہے، مگر چونکہ کھجور کے ساتھ پانی بھی پیا جاتا ہے، اس مناسبت سے اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا۔ اسی طرح یہاں بھی حدیث کا ماسیق لاجلہ الکلام صرف رمضان ہے، مگر مناسبت کی وجہ سے عید کے دوسرے مہینہ ذی الحجہ کا بھی تذکرہ کر دیا اور مقصود بنائے حکم کی طرف ذہن کو منعطف کرنا ہے، یعنی ثواب اس لئے نہیں گھٹے گا کہ وہ عید کا مہینہ ہے۔ خوشی کے موقعہ پر ثواب گھٹا دیا جائے تو خوشی کرکری ہو جاتی ہے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۶۲/ ۶۳ ج ۳)

ایک حدیث سے میں نے یہ سمجھا کہ احکام کی تشریع کی صورتیں یہ ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ بعض کاموں کو باوجود چاہت کے نہیں کرتے تھے، اس خوف سے کہ لوگ ان پر عمل کریں گے اور وہ ان پر فرض کر دیئے جائیں، مثلاً آپ ﷺ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے، اور میں پڑھتی ہوں۔

حضرت نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ: اس حدیث سے میں نے یہ بات سمجھی ہے کہ احکام کی تشریع کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ امت کسی حکم کی خواہش کرے اور نبی

اس کی تائید کرے، پس اللہ تعالی کی طرف سے وہ حکم لازم کر دیا جاتا ہے، جیسے مسلمانوں نے جمعہ کی نماز شروع کی اور آپ ﷺ نے اس کی تائید فرمائی تو جمعہ فرض ہو گیا، اور آپ ﷺ نے ہر نماز سے پہلے مسواک کرنا چاہا، مگر امت کی طرف سے کوئی اشتیاق سامنے نہیں آیا تو مسواک فرض نہیں ہوئی، اور اس کے برعکس صورت یہ ہے کہ لوگوں نے تراویح کی انتہائی خواہش کی، مگر آپ ﷺ نے اس کی تائید نہیں فرمائی، اور آپ ﷺ چوتھے دن تشریف نہیں لائے کہ کہیں تراویح فرض نہ ہو جائے، پس تراویح فرض نہیں ہوئی۔

(تحفۃ القاری ص۴۵۳ ج۳)

اولیائی تحت قِبَابِی لا یعرفھم غیری ' موضوع روایت ہے

مسئلہ:......اہل تصوف میں یہ روایت منقول ہے: ''اولیائی تحت قِبَابِی لا یعرفھم غیری ''یعنی اللہ تعالی فرماتے ہیں: میرے اولیاء میرے قبوں میں ہیں، ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح (۹:۵۱۳) کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ، الفصل الثالث، رقم الحدیث: ۵۳۲۸/ کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حدیث قدسی کے طور پر لکھا ہے، اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، اور اس میں ''قَبَائی'' ہے، قَبَا: کے معنی ہیں: چوغہ، پس ترجمہ یہ ہے: میرے اولیاء میرے چوغے میں ہیں، ان کو میرے سوائے کوئی نہیں پہچانتا، مگر رجسٹر فتاوی میں ''قِبَابِی'' ہے، یہ ''قُبَّۃ'' کی جمع ہے، فتوی میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ یہ محض بے اصل روایت ہے، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے، اور حیرت کی بات ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے موضوعات پر دو کتابیں لکھی

ہیں، پھران کا ذہن اس کی طرف کیوں نہیں گیا۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۶۰ ج ۱۷)

بیعت کے وقت عورت کے ہاتھ پکڑنے کی روایات معتمد علیہ نہیں

مسئلہ:...... بیعت کے وقت اجنبی عورت کے ہاتھ پکڑنے کے جواز کی روایات ''تفسیر کبیر'' اور ''روح البیان'' وغیرہ میں ہیں ان کا حال معلوم نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ایسی روایات ہیں اور قابل استدلال بھی ہیں، مگر معتمد علیہ نہیں ہیں۔ روح المعانی ص ۲۸ ج ۱۸، سورۂ ممتحنہ، آیت نمبر: ۱۲ر کی تفسیر میں ہے: ''ومن یثبت ذلک یقول بالمصافحة وقت المبایعة، والاشھر المعول علیه ان لا مصافحة'' بلکہ اعتماد مسلم شریف کی روایت پر ہے (کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھویا)۔

(مسلم ص ۱۳۱ ج ۲، کتاب الامارة، باب کیفیة بیعة النساء)

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۶۶ ج ۱۷)

کیا حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں؟

مسئلہ:...... حضرت حواء رضی اللہ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱) کی جو تفسیر کی جاتی کہ حواء رضی اللہ عنہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا، یہ تفسیر اسرائیلی روایات کی روشنی میں کی جاتی ہے، بائبل میں آج بھی یہ مضمون ہے، البتہ صحیح روایت ایک ہے جو ابھی آرہی ہے، مگر اس میں عورت کی تخلیق کا بیان نہیں ہے، بلکہ نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل (پیرایۂ بیان) ہے۔

اور ''روح المعانی'' میں سورۃ النساء کی پہلی آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں ایک بڑے تابعی کا قول ذکر کیا ہے: ''خُلقتْ حواء من بقیّة طِینة آدم'' یعنی آدم علیہ السلام کے لئے

جو مٹی تیار کی گئی تھی اس کے باقی ماندہ سے حواء رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا، بلکہ سبھی انواع کی تخلیق اسی طرح ہوئی ہے، نوع کے پہلے دو فرد مٹی سے بنائے گئے ہیں، پھر ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو، اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلیوں میں سب سے ٹیڑھی اوپر کی پسلی ہے، پس اگر آپ پسلی کو سیدھا کرنا چاہیں گے تو اس کو توڑ بیٹھیں گے اور اگر اس کو ٹیڑھا رہنے دیں گے تو وہ برابر ٹیڑھی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

تشریح:......اس حدیث میں نسوانی فطرت میں جو کجی ہے اس کی تمثیل ہے، پسلی کی مثال سے اس کو سمجھایا ہے، پسلی میں کجی فطری ہوتی ہے وہ کسی طرح ختم نہیں ہوسکتی، کوئی اس کو سیدھا کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی، یہی حال صنف نساء کا ہے، اس کی فطرت میں کجی ہے، جو کبھی نکل نہیں سکتی، اس لئے اس بات کو پیش نظر رکھ کر بیوی سے معاملہ کرنا چاہئے، یعنی حسن سلوک کرنا چاہئے، بیوی کی کوتاہیوں سے درگذر کرنا چاہئے، اس کی نامناسب باتوں کو نظر انداز کرنا چاہئے، جبھی نباہ ہوگا، اور اگر کوئی چاہے گا کہ بیوی کو سیدھا کردے تو یہ ناممکن ہے اس کو سیدھا نہیں کر سکے گا، بلکہ اس کو توڑ بیٹھے گا، اور بیوی کو توڑنا یہ ہے کہ طلاق کی نوبت آجائے گی، پس اس سے بہتر نرمی کا معاملہ کرنا ہے۔

فائدہ:......اس حدیث کو دادی حواء رضی اللہ عنہا کے ساتھ جوڑا گیا ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، مگر حاشیہ میں اس قول کو ''قیل'' سے ذکر کیا ہے، یعنی یہ ضعیف قول ہے، صحیح بات وہ ہے جو اوپر بیان کی، اور حاشیہ میں قاضی

بیضاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے ''انّھُن خُلقن خلقا فیھن اِعوِجاجٌ : فکانّھن خُلقن من اصل مُعوَّجٍ ، کالضِّلع مثلا ، فلا یتھیّأ انتِفاعٌ بھنّ الا بالصّبر علی اِعوِجاجِھِنَّ '' عورتوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ ان میں کجی ہے، پس گویا عورتیں ٹیڑھی اصل سے پیدا کی گئی ہیں، مثلاً پسلی سے، پس ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں مگر ان کی کجی پر صبر کرنے کے ذریعہ، حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے، اور جو عام بات چلی ہوئی ہے وہ ضعیف ہے، اسرائیلیات سے وہ بات در آئی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۳۰ ج ۱۸۔ تحفۃ القاری ص: ۵۳۶/۵۳۷/۵۴۵ ج ۶)

علماء سوء سے عام مسلمان بہتر ہیں، یہ صحیح نہیں

مسئلہ: ...... حدیث شریف میں ہے: جو عالم برے ہیں وہ تمام بدوں سے بد ہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مگر لوگ ایک غلطی کرتے ہیں، بعض عوام سے ''صالح'' فرد مراد لیتے ہیں، اور بعض عالم سے ''طالح'' (بد) پھر موازنہ کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں، جب عوام میں سے صالح فرد لیا ہے تو علماء میں سے بھی صالح فرد لینا چاہئے، اور اگر علماء میں سے برے کو لیا ہے تو عوام میں سے بھی برے کو لینا چاہئے، پھر موازنہ کرنا چاہئے تو اس جملہ کی خطا ظاہر ہوگی۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۵ ج ۱۷)

فاسق کی اذان توبہ کے بعد مکروہ نہیں

مسئلہ: ...... فاسق کی اذان مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن اگر وہ سچی توبہ کرلے اور لوگ اس کی توبہ سے مطمئن ہوجائیں تو پھر کراہت مرتفع ہوجائے گی، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ۔ (آداب اذان واقامت ص ۹۸)

عمامہ باندھ کر نماز کی فضیلت والی روایت کا حکم

مسئلہ:...... ''فردوس دیلمی'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کی ستر رکعت سے بہتر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: فرض یا نفل نماز عمامہ کے ساتھ پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس درجہ بڑھی ہوئی ہے، اور عمامہ کے ساتھ جمعہ کی نماز بغیر عمامہ کے ستر درجہ بہتر ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سیوطی رحمہ اللہ نے ''جامع صغیر'' (حرف راء) میں ذکر فرما کر ضعیف کا نشان بنایا ہے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے ''فیض القدیر'' میں لکھا ہے کہ: سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''هذا الحديث لا يثبت'' یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی سیوطی رحمہ اللہ نے ''جامع صغیر'' (حرف صاد) میں ذکر فرمائی ہے اور صحیح کا نشان بنایا ہے، لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو موضوع کہا ہے۔ سخاوی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''موضوعات کبری'' اور ''صغری'' دونوں میں اس کو موضوع کہا ہے۔ اور ''الموضوعات الکبری'' میں تو سیوطی رحمہ اللہ پر ''جامع الصغیر'' میں ذکر کرنے پر اعتراض بھی کیا ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص۱۸۶ ج۲)

پانچواں باب......حضرت رحمہ اللہ کی فقہی بصیرت

حائضہ کا قرآن کریم کے کلمات کو الگ الگ کر کے پڑھنا

مسئلہ:......حائضہ تعلیم و تعلم کی صورت میں (قرآن کریم کے کلمات کو) الگ الگ ایک ایک کلمہ (کر کے) پڑھا سکتی ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن تعلیم کی صورت میں تو الفاظ کی تقطیع ممکن ہے، تعلم کی صورت میں یہ بات ناممکن ہے، پس حائضہ زمانۂ حیض میں حفظ و ناظرہ نہ پڑھے۔

(فتاوی دار العلوم دیو بند ص ۲۴۹ ج ۱۴)

ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو وغیرہ کا شمار حاجت اصلیہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟

فائدہ:...... ٹیلی فون، موبائل، ریڈیو وغیرہ کا شمار حاجت اصلیہ میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یعنی نصاب غیر نامی میں ان کو شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ دار الافتاء ان کو حاجت اصلیہ میں شمار نہیں کرتا مگر میں اس مسئلہ میں توسع سے کام لیتا ہوں۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں ابتلائے عام ہے وہ حاجت اصلیہ میں شمار ہے، جیسے کئی کئی جوڑے کپڑے- سات جوڑوں تک میں حاجت اصلیہ میں شمار کرتا ہوں- اسی طرح ٹیلی فون وغیرہ کو بھی حاجت اصلیہ میں شمار کرتا ہوں اور ان کا استثناء کرتا ہوں، واللہ اعلم۔

(تحفۃ الالمعی ص ۵۶۶ ج ۲)

حقیقی تملیک کے بغیر زکوۃ کا حیلہ حیلہ نہیں، ڈھونگ ہے

مسئلہ:......زکوۃ کے مال کو حیلہ کرنا جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حیلۂ تملیک: اسی وقت حیلہ ہوگا جب واقعی تملیک ہو، ورنہ وہ

حیلہ نہیں ہے ڈھونگ ہے، اس سے کوئی حلت پیدا نہ ہوگی۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۷۴ ج۱۴)

مفت خوری کی عادت پڑنے کا شبہ ہو تو زکوۃ نہیں دینی چاہئے

سوال:……جس کے پاس ما یغنیہ ہو اس کو زکوۃ دینی چاہئے یا نہیں؟

جواب:……اگر احتمال ہو کہ اسے مفت خوری کی عادت پڑ جائے گی تو نہیں دینی چاہئے۔ اور اگر کارآمد آدمی ہے، مگر ضرورت مند اور عیال دار ہے، اور مفت خوری کی عادت پڑنے کا احتمال نہیں تو زکوۃ سے اس کی مدد کرنی چاہئے۔ (تحفۃ الالمعی ص۵۶۶ ج۲)

متولی کا اپنی ضرورت کے لئے مسجد کے پیسہ کو قرض لینا

مسئلہ:……اگر مسجد میں پیسے ہوں، اور بالفعل ضرورت نہ ہو اور اطمینان ہو کہ قرض لینے سے وہ روپیہ ضائع نہ ہوگا اور بہ وقت ضرورتِ مسجد فوراً ادا ہو سکے گا، اور واپس کر دیا جائے گا تو مسجد کے متولی کو اپنی ضرورت کے لئے قرض لینے کی گنجائش ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں کہ: مگر یہ اطمینان بہ قضائے قاضی قرض لینے کی صورت ہی میں ہوسکتا ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۴۵۲ ج۱۳)

مسجد کی دیواروں پر ''یا غوث اعظم دست گیر'' لکھنا درست نہیں

مسئلہ:……مسجد کی دیواروں پر ''یا غوث اعظم دست گیر'' لکھنا درست نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں:

غوث: فریاد رس، اعظم: سب سے بڑے، غوث اعظم سب سے بڑے فریاد رس اللہ تعالی ہیں، ان کے علاوہ کوئی غوث اعظم نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح دست گیر: ہاتھ پکڑنے والا، یعنی

بے کسوں کا سہارا بننے والا بھی اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں ،اس لئے یہ لکھنا بھی جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالی کی شان سے جاہل غوث اعظم دست گیر سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کومراد لیتے ہیں۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۰۲ ج ۱۴)

مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینا

مسئلہ:......مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینا بہتر نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اور اب جب کہ تعلیم قرآن پر جواز اجارہ کا فتوی ہو گیا ہے، کراہیت کی یہ وجہ تو باقی نہیں رہی کہ مسجد میں کوئی بھی ایسا کام کرنا مکروہ ہے جس پر اجرت لی جائے ،البتہ ناسمجھ بچے جو مسجد کا احترام ملحوظ نہ رکھ سکتے ہوں ان کو مسجد سے دور رکھنے کا جو حکم حدیث میں آیا ہے، وہ وجہ باقی ہے،اور نمازیوں کے سکون کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۰۴ ج ۱۴)

مسئلہ:......مسجد میں بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دینے میں جواز ہی راجح ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں کچھ اختلاف اس زمانہ میں تھا جب طاعات مقصودہ پر اجارہ کے بطلان کا فتوی تھا،مگر اب جب کہ متأخرین نے جواز کا فتوی دے دیا تو اب جواز میں کچھ شبہ باقی نہیں رہا۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۰۶ ج ۱۴)

ادب و منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا پڑھنا

مسئلہ:......ادب و منطق اور فلسفہ وغیرہ کی کتابوں کا پڑھنا بھی درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: کیونکہ مدارس عربیہ میں یہ علوم: علوم دینیہ کی خاطر پڑھائے جاتے ہیں، پس وہ بھی حکما علوم شرعیہ ہیں۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۰۵ ج ۱۴)

قبور پر پھول اور سبز پتے چڑھانا

مسئلہ:......قبور پر پھول اور سبز پتے درخت کے چڑھانے میں اختلاف ہے، احوط ترک ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اختلاف پھول پتے رکھنے میں ہے، چڑھانا تو حرام ہے، کیونکہ وہ تو عبادت ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیو بند ص ۲۶۸ ج ۱۴)

فقہ کی کتابوں کے بیع سلم کے جزئیات دوراول کے ہیں

مسئلہ:......بیع سلم درست ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس وقت ایک روپیہ دیوے، اور دوسرے سے یہ کہے کہ ایک ماہ میں یا اس سے زائد میں جو مدت مقرر ہو کر دیوے اس قدر فلوس ایک روپیہ کے عوض تم سے لوں گا، اسی طرح سو روپیہ دے کر اس قدر پیسہ لینا ٹھہرا دے جو سوا سو یا ڈیڑھ سو کے ہوں تو بطریق بیع سلم یہ معاملہ درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ مسئلہ اس وقت تھا جب فلوس (پیسے) مستقل کرنسی تھے، روپے کے اجزاء نہیں تھے، اور روپے اور فلوس کا بھاؤ بھی گھٹتا بڑھتا تھا، مگر اب پیسے: روپے کے اجزاء ہیں، پس اب نہ بیع سلم جائز ہے نہ کمی بیشی۔ فقہ کی کتابوں میں سب جزئیات جو اس عنوان کے تحت جوابات میں ہیں وہ سب دوراول کے ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیو بند ص ۴۲۸ ج ۱۴)

فارم مال متقوم ہے، اس کی بیع کا حکم

مسئلہ:......مسلمان ہنود سے سودی قرض لیتے ہیں، اس کو بند کرنے کے لئے ایک بینک کھولا گیا، اور بینک کے متعلق بہت سے اخراجات ہوتے ہیں، اس لئے ایک کاغذ چھپوا کر قرض

خواہ کے ہاتھ فروخت کرنا، مثلا جو شخص دس روپیہ قرض لے اس کو دس آنے میں اور جو بیس روپے لے اس ایک روپیہ چار آنے میں فروخت کرنا یہ ناجائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اصل فتوی تو یہی ہے، پھر بعض مفتیان کرام سے جواز کا فتوی حاصل کیا گیا، اور اس کے مطابق منظّم طریقہ پر کام شروع کیا گیا جو آج تک چل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں: ۲۲ رتا: ۲۴ ر رجب: ۱۴۱۱ھ میں ایک فقہی اجتماع من جانب جمعیۃ علماء ہند بلایا گیا جس میں اکثر کا موقف یہ تھا کہ: فارم (معاہدہ نامہ) چونکہ مال متقوم ہے اور اس کی خریداری صلب عقد میں شرط نہیں، اس وجہ سے فارموں کی بیع اداروں کے لئے جائز ہے، اور بعض حضرات نے اختلاف کیا کہ فارم حاصل کرنے والے کا مقصد چونکہ فارم خریدنا نہیں ہے، بلکہ قرض کے حصول کا ذریعہ ہے، اس لئے جائز نہیں، البتہ اجرۃ الخدمت (سروس چارج) کے سلسلہ میں رجحان جواز کا تھا مگر اس کی کوئی صحیح صورت کسی کے ذہن میں نہیں آئی، اور میں نے یہ رائے دی تھی کہ بزرگوں کی دی ہوئی اجازت کے مطابق فارم کی بیع ایک حیلہ تھی، جس کو خرابیوں کے سامنے آنے کی وجہ سے سدا للباب ناجائز کہنا ضروری ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حیلہ درحقیقت قانون کی لچک ہوتی ہے، جس قانون میں لچک نہیں ہوتی لوگ اس قانون کو توڑنے پر مجبور ہوتے ہیں، مگر حیلے خود قانون نہیں ہوتے، یعنی ان کو مستقلا استعمال کرنا درست نہیں ہوتا۔ حیلوں کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، سورۂ ص (آیت: ۴۴) میں ایک حیلہ ہے کہ آپ اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لیں اور اس سے ماریں اور قسم نہ توڑیں۔ اور حدیث میں ''عثکال'' (کھجور کے گچھے) کے ذریعہ ایک نہایت لاغر شخص پر جو ناقص الخلقت تھا حد جاری کرنے کا ذکر آیا ہے، (مشکوۃ ص ۳۱۲،

کتاب الحدود) لیکن ان حیلوں کو اگر قانونی شکل دے دی جائے اور ہر زانی کو اسی طرح سزا دی جائے تو یہ کسی طرح بھی روا نہ ہوگا۔ یہ بات صحیح ہے کہ فارم مال متقوم ہے، اس لئے اس کو جس قیمت پر بیچنا چاہیں بیچ سکتے ہیں، مگر اس کو حلت ربا کے حیلے کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۴۶۲ ج ۱۴)

لائف انشورنس جائز نہیں، املاک کا انشورنس جائز ہے

مسئلہ: ...... بیمہ کرانا مکان و جان کا شرعاً ناجائز ہے، اور یہ قمار ہے جو بنص قاطع حرام ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: بیمہ کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ وہ واقعی سود اور قمار پر مشتمل ہے، پہلے زندگی اور املاک کے بیمے ان دونوں باتوں پر مشتمل ہوتے ہوں گے، اس لئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دونوں کو ناجائز لکھا ہے، مگر اب زندگی کا بیمہ تو ان دونوں خرابیوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور املاک کے بیمہ میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں، اس لئے لائف انشورنس تو حرام ہے، مگر املاک (کار، دکان، سامان وغیرہ) کا بیمہ جائز ہے، میڈیکل انشورنس میں یہ دونوں خرابیاں نہیں پائی جاتیں، اس لئے وہ بھی شرعاً جائز ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ لائف انشورنس میں اگر آدمی مدت بیمہ پوری کرنے سے پہلے مر جائے تو بیمہ کی رقم ملتی ہے، اور مدت بیمہ پوری کر لے اور حادثہ پیش نہ آئے تو بھری ہوئی رقم مع سود کے واپس ملتی ہے، پس اس میں ربا بھی ہے اور قمار بھی کہ معلوم نہیں: بیمہ کی رقم ملے گی یا بھری ہوئی رقم؟ اس لئے زندگی کا بیمہ ناجائز ہے۔

اور املاک کے بیمہ کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً کار کا بیمہ کرایا اگر مدت بیمہ میں حادثہ پیش آیا تو حسب قرارداد بیمہ کی رقم ملے گی جو کمپنی کی طرف سے ایک طرح کا تعاون ہوگا۔ اور مدت بیمہ پوری ہوگئی اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو بھری ہوئی رقم گئی، پس وہ گویا ایک انجمن کی منبری

فیس ہے، اور بیمہ کی رقم حادثہ پیش آنے کی صورت میں کمپنی کی طرف سے تعاون ہے، غرض اس میں نہ قمار ہے نہ سود، اس لئے املاک کا بیمہ جائز ہونا چاہئے۔ مفتیان کرام غور فرمالیں۔

اسی طرح جو مال ڈاک وغیرہ سے روانہ کیا جاتا ہے اور اس کا بیمہ کرایا جاتا ہے، اس کا طریقہ بھی املاک کے بیمہ کا طریقہ ہے، اس میں بھی نہ سود ملتا ہے نہ وہ قمار ہے، بلکہ بیمہ کی رقم سیکورٹی (حفاظت) کا معاوضہ ہے، اگر مال مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا تو بیمہ کی رقم یعنی حفاظت کا معاوضہ گیا، اور نہ پہنچ سکا تو ڈاک خانہ وغیرہ معینہ رقم ادا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، یہ بھی کمپنی کی طرف سے ایک طرح کا تعاون ہے، مال کا ضمان نہیں ہے، اس پر بھی مفتیان کرام غور فرمالیں۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۵۰۹ ج ۱۴)

غیر موسم میں دس روپے کے دو من گیہوں قرض دینا و موسم میں تین من لینا

مسئلہ:...... کسی نے دس روپے کے گیہوں بطور قرض دو من دیئے، اور فصل کے زمانہ میں بوجہ ارزاں ہونے کے تین من گیہوں دس روپے لئے، اس میں جواز کی گنجائش ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ ایک طرح کا حیلہ ہے، بجائے گیہوں قرض لینے کے دس روپے قرض لئے ہیں، پھر روپے لئے بغیر گیہوں خریدے ہیں، اسی طرح بہ وقت وصولی بھی روپے وصول کئے بغیر اس سے گیہوں خریدے ہیں، اس لئے گنجائش کی بات فرمائی ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۶۸ ج ۱۵)

''نیوتا'' اور ''جہیز'' کی رسم ممنوع ہے

مسئلہ:...... نیوتا شادی بیاہ کی تقریبوں میں نقدی (وغیرہ) دینے لینے کی رسم۔

(فیروز اللغات)

یہ نیوتا اگر خویش واقارب اور دوست واحباب دیں تو اس کا جواز ہے۔ مگر اب بعض جگہ یہ رواج ہو گیا ہے کہ لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کو جو دیتا ہے وہ ''جہیز'' کہلاتا ہے، اور دولہا کو جو نقدی یا سامان دیتا ہے وہ ''نیوتا'' کہلاتا ہے، یہ دینا جہیز کی طرح رسم ہو جانے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۲۴ ج ۱۵)

طیب خاطر نہ ہونے کا شبہ ہو تو ہدیہ نہ لینا بہتر ہے

مسئلہ:......زید نے اپنی بیٹی کی شادی بکر سے کی، اور مہر ایک ہزار وصول کر کے بیٹی کو دیا، اور اس کو کہا کہ مجھے بخش دے، چنانچہ بیٹی نے اپنے باپ کو دے دیا، یہ ہدیہ بظاہر حلال ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: کیونکہ بیٹی نے بہ ظاہر رضامندی سے باپ کو ہبہ کیا ہے، مگر چونکہ باپ کا بیٹی پر باپ ہونے کا دباؤ ہوتا ہے، اس لئے ممکن ہے طیب خاطر نہ ہو، اس لئے احتیاط بہتر ہے۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۳۴ ج ۱۵)

ہبہ بالعوض میں رجوع نہیں ہوسکتا

مسئلہ:......زید کا اپنے بھائی بکر کے احسانات گذشتہ کے عوض جائداد کا ہبہ کرنا شرعاً ہبہ بالعوض ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ہبہ بالعوض میں بھی رجوع نہیں ہوسکتا، پس صورت مسئولہ میں رجوع کے لئے دو مانع ہیں: قرابت محرمہ اور ہبہ کا بالعوض ہونا۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۴۷ ج ۱۵)

قاضی کا قضا پر اجرت لینا

مسئلہ:......قاضی کو قضا پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ پہلے زمانہ کا مسئلہ ہے جب طاعات مقصودہ پر اجارہ باطل تھا، اب فتوی یہ ہے کہ جن طاعات کے ساتھ نظام اسلامی وابستہ ہے، ان کا اجارہ درست ہے، پس قاضی کی تنخواہ بھی درست ہوئی۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۳۴۲ ج۱۵)

جھینگا حلال ہے یا حرام؟

مسئلہ:...... جھینگا دریائی جس کو جھینگا مچھلی کہتے ہیں وہ اقسام مچھلی میں سے ہے، اور مچھلی کی تمام اقسام جائز ومباح ہیں۔ اور یہ جھینگا جوان دیار میں خشکی میں ہوتا ہے یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ حشرات الارض اور خبائث میں سے ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: جھینگا حلال ہے یا حرام؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے، حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حرام لکھا ہے: فرماتے ہیں:

جھینگا خشکی کا حشرات میں (سے) ہے حرام ہے، اور دریائی غیر ماہی کا ہے (یعنی مچھلی نہیں ہے اور) سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں۔

(فتاوی رشیدیہ ص۵۵۱)

اور ''فتاوی دارالعلوم'' کے مذکورہ فتوی میں جائز فرمایا ہے، اور حکم کا مدار اس پر ہے کہ جھینگا مچھلی ہے یا نہیں؟ علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ''حیاۃ الحیوان'' میں اس کو مچھلی قرار دیا ہے چنانچہ ساحل سمندر پر رہنے والے مفتیان کرام نے اس کی حلت کا فتوی دیا ہے، اور ساحل کے رہنے والے مسلمان اس کو کھاتے ہیں۔

''فتاوی رحیمیہ'' میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے، اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے، جھینگا میں اختلاف ہے، بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا ہے، اور بعض نے کیڑا

خیال کر کے منع کیا، تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں اصل مچھلی ہونا ہے، کیڑا ہونے میں شبہ ہے، لہذا بنا بر اصل کے حلال ہے، حرام قرار دینا صحیح نہیں۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جھینگا کیڑا ہے، اس لئے کہ کیڑا پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، اور جھینگا مچھلی کی طرح انڈے سے پیدا ہوتا ہے، نیز مچھلی کی دیگر علامتیں بھی جھینگے میں پائی جاتی ہیں، اس لئے جھینگا حرام اور واجب الترک نہ ہوگا، یہ فتوی ہے، اور بچنے میں تقوی ہے، اور تقوی مرتبۂ کمال ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۲۵۷ ج ۶، سوال نمبر: ۱۷۹۶)

مگر ڈابھیل کے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی نے - جو ساحل سمندر کے رہنے والے ہیں - عدم جواز کا فتوی دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

"تذکرۃ الخلیل" ص ۲۰۰ رمیں عدم جواز کا فتوی ہے، یہی راجح ہے، نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ (محمود الفتاوی ص ۳۰۷ ج ۳)

اور حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس مسئلہ میں بہت احتیاط کی بات لکھی ہے:

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بجمیع انواعہ حلال ہے، اب صرف شبہ اس میں ہے کہ یہ سمک ہے یا نہیں؟ سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہو جائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا ہے، اور اگر مبصرین میں اختلاف ہوگا تو حکم میں بھی اختلاف ہوگا، چنانچہ اسی وجہ سے جریث میں امام محمد رحمہ اللہ مخالف ہیں، کما نقلہ الشامی، اس وقت میرے پاس "حیاۃ الحیوان" دمیری کی جو کہ ماہیات حیوانیات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے "الروبیان هو سمک صغیر جدا" اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ مقتضی حلت کو ہے، مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے، اس میں گو اس کو ماہی

سے تعبیر کرنا حجت نہیں، مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی میں داخل کیا ہے، پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی، بہر حال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے، ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ، واللہ اعلم۔

(امداد الفتاوی ص۱۰۳/۱۰۴ ج۴، سوال:۸۶)

مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے ''بخاری شریف'' ''کتاب الصلوۃ ، باب ما یذکر فی الفخذ '' میں ایک بہت اچھا اصول لکھا ہے: ''قال ابو عبد اللہ : و حدیث انس اسند و حدیث جرھد احوط حتی نخرج من اختلافھم ''(۵۳/۱) ران ستر ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اقوی ہے کہ ران ستر نہیں ہے، اور حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنا احتیاط کی بات ہے کہ ران ستر ہے، تاکہ ہم علماء کے اختلاف سے باہر نکل آئیں، یعنی بچ جائیں۔ یہی اصول جھینگے میں اپنانا چاہئے، کیونکہ ہر حلال چیز کا کھانا ضروری نہیں، اور ہر حرام سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ص۴۶۵ ج۱۵)

عورت کی ملک میں زیور وغیرہ بقدر نصاب ہے تو قربانی واجب ہے

مسئلہ:......اگر زوجہ کی ملک میں زیور وغیرہ بقدر نصاب ہے تو اس کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: وغیرہ: یعنی رقم اور مہر مؤجل جو شوہر کے ذمے ہے وہ نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ص۴۸۳ ج۱۵)

خنثی جانور کی قربانی جائز نہیں

مسئلہ:......خنثی جانور کی قربانی جائز نہیں، اس لئے کہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: پس اگر خنثی کا گوشت کُوکر(cooker) وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح پک جائے تو قربانی درست ہو جائے گی ''امداد الفتاوی'' (۵۷۱/۳) میں ہے: ''لان لحمها ، الخ '' علت ہے، حکمت نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو جاتا ہے، پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جاوے گا، مگر خنثی کا گوشت پکے گا یا نہیں؟ یہ بات بعد میں معلوم ہوگی ، اس لئے '' فتاوی رحیمیہ'' (قدیم: ۳۲۵/۹) میں خنثی کی قربانی کے عدم جواز کا فتوی دیا گیا ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۵۳۷ ج ۱۵)

اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کے ثواب کا مسئلہ

مسئلہ:......اگر کسی کے اہل وعیال صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں ہے، اگر وہ اہل وعیال کی طرف سے جو کہ صاحب نصاب نہیں ہیں قربانی کرے گا تو ثواب اسی کو ملے گا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یعنی قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے کہ: حجۃ الوداع میں ایک عورت نے اونٹ پر سے اپنا بچہ ہودے سے نکال کر آپ ﷺ کو دکھایا، اور پوچھا'' الهذا حج ؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:''نعم ، و لک اجر''۔

(مسلم شریف ص:۴۳۲/۴۳۱/۱، کتاب الحج ، باب صحة حج الصبی واجر من حج به)

پس اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور اہل وعیال کو بھی ثواب ملے گا، جیسے میت کی طرف سے قربانی کرتے ہیں تو میت کو بھی ثواب ملتا ہے، اور قربانی کرنے والے کو بھی، اور مذکورہ فتوی میں '' اسی'' حصر کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کو بھی اجر ملے گا۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۵۶۵ ج ۱۵)

میٹھا اور نمکین دونوں طرح کے کھانے ہوں تو ابتدا کس سے کرے؟

مسئلہ:...... اگر میٹھا اور نمکین دونوں طرح کے کھانے ہوں تو جس کی رغبت ہو اس سے شروع کرے، شرعاً ان امور میں وسعت ہے کچھ تنگی نہیں، البتہ ''شرح شرعۃ الاسلام'' میں لکھا ہے کہ: ابتدا نمکین کھانے سے کرنا بہتر ہے کہ اس میں شفا ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ''شرح شرعۃ الاسلام'' میں نمک سے ابتدا و انتہا کو لکھا ہے، نمکین کھانے کو مفتی صاحب رحمہ اللہ نے نمک کے حکم میں لیا ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۵۳ ج ۱۶)

عورتوں کے لئے غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی

مسئلہ:...... غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی عورتوں کو اچھا نہیں ہے، لیکن بزرگوں اور صلحاء کا جھوٹا تبرکاً درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مہمانوں کا بچا ہوا کھانا گھر میں آیا اور عورتوں کو معلوم نہیں کہ کس کا بچا ہوا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے، کیونکہ علت استلذاذ منتفی ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۵۷ ج ۱۶)

نوٹ:...... اس فتنہ کے زمانہ میں جبکہ شیخ سے مریدنی کے نکاح اور استاذ سے شاگردنی کے نکاح کے واقعات ہو رہے ہیں (گرچہ شاذ ہی سہی) بچنا ہی بہتر واحوط ہے۔ مرغوب احمد

مجلس میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو کس طرف سے شروع کرے؟

مسئلہ:...... مجلس میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو شرعی حکم یہ ہے کہ داہنی طرف سے شروع کرے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اگر مجلس میں میر محفل ہو تو پہلے مشروب اس کو دیا جائے، پھر اس

کی دائیں طرف والے کو، ہکذا، ورنہ مجلس میں جو بڑا ہو اس کو دے، پھر دائیں طرف والے کو، یا تقسیم کرنے والا اپنی دائیں طرف والے کو پھر اس کی دائیں جانب والے کو، دونوں باتیں درست ہیں۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ص۱۲۰ ج۱۶)

جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپھی کے لڑکوں سے پردہ

مسئلہ: ...... جیٹھ، دیور، بہنوئی، چچا، ماموں اور پھوپھی کے لڑکے بھی غیر محرم ہیں، کیونکہ ان سے نکاح جائز ہے، مگر ہمارے معاشرہ میں ان سے کامل پردہ مشکل ہے۔

اول...... تو ہندوستانی مسلمانوں کی معیشت کمزور ہے، ہر ایک کا گھر علیحدہ نہیں ہوسکتا۔

دوم...... ہندو معاشرہ کا مسلمانوں کے معاشرہ پر اثر پڑا ہے، اور اختلاط عام ہوگیا ہے، اس لئے اس معاملہ میں بھی دو شرطوں کے ساتھ تخفیف مناسب معلوم ہوتی ہے:

(۱)...... بغیر اجازت لئے یہ لوگ اچانک گھر میں نہ آئیں، جب بھی آئیں پہلے آگاہ کریں تاکہ عورت خود کو سنبھال لے اور اعضاء (یعنی: چہرہ، ہتھیلی اور پیر) کے علاوہ باقی جسم ڈھانک لے۔

(۲)...... یہ لوگ تنہائی میں جمع نہ ہوں، اور بے تکلفی سے باتیں نہ کریں۔ حدیث میں ہے کہ: عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو، ایک انصاری نے پوچھا: جیٹھ، دیور کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جیٹھ، دیور تو موت ہیں، یعنی بڑا فتنہ ہیں، کیونکہ جیٹھ، دیور کی بھاوج سے بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آنے میں دیر نہیں لگتی، اور یہی حکم سالیوں کا ہے، ان کے ساتھ بہنوئی کی بے تکلفی ہوتی ہے، اس لئے فتنہ پیش آتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیٹھ، دیور اگرچہ غیر محرم ہیں، مگر چونکہ ان کے ساتھ ہر وقت رہنا ہوتا ہے، اس لئے ان کے ساتھ تنہائی اور بے تکلفی تو جائز نہیں، مگر باقی پردے

میں تخفیف ہے۔(فتاوی دار العلوم دیوبند ص۲۰۰ ج۱۶)

نوٹ:......جن کو اللہ تعالی نے مال دیا ہو وہ فورا شادی کے بعد بچے کو علیحدہ کر دیں، تا کہ سالی کے ساتھ بے پردگی نہ ہو۔ ہمارے یہاں برطانیہ میں علیحدہ ہونا اتنا مشکل نہیں ہے، اس لئے یہاں برطانیہ میں بھی اس پر عمل کرنا چاہئے۔

دوسری بات بلاضرورت جیٹھ، دیور، اور سالی کے ساتھ بے تکلفی اور بے پردگی کی فضا عام ہوگئی ہے، اور علماء وارباب افتاء اور اہل دعوت اور اہل خانقاہ سے وابستہ ایک طبقہ بھی اس میں بہت کوتاہی کر رہا ہے، اس کی اصلاح بہر حال ضروری ہے۔ اہل علم کو اپنے بیانات میں اس پر خصوصی توجہ دلانی چاہئے، اور بار بار دلاتے رہنا چاہئے۔

اہل علم بھی اپنی سالیوں کے ساتھ حرمین شریفین میں عمرہ یا حج کے مواقع پر بے پردگی برتتے ہیں، ان مبارک مقامات پر اہل علم وفضل کا یہ عمل قابل صد حسرت وافسوس ہے۔

مرغوب احمد

مسئلہ:......ستر مرد وعورت کا ایک ہے، ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ستر ہے، یعنی چھپانے کا بدن ہے، اس کو بے ضرورت کسی کے سامنے کھولنا جائز نہیں، ایک عورت دوسری عورت کے سامنے جسم کا یہ حصہ بے ضرورت نہیں کھول سکتی، مجبوری کی بات الگ ہے، جیسے بچہ کی ولادت ہے یا کوئی آپریشن کرانا ہے تو وہ الگ مسئلہ ہے، لیکن بے ضرورت نہیں کھول سکتی، مرد وعورت دونوں کا یہی ستر ہے۔

عورت کے لئے حجاب ہے، اور وہ تین مرحلوں میں ہے

پھر مرد کے لئے حجاب نہیں، لیکن عورت کے لئے ستر کے علاوہ حجاب بھی ہے، اور حجاب تین مرحلوں میں ہے:

پہلا حجاب......اللہ تعالی سے بندی کا حجاب ہے، جب عورت نماز کے لئے کھڑی ہو تو چہرہ جتنا وضو میں دھونا فرض ہے اور دونوں ہاتھ پہنچوں تک اور دونوں پیر ٹخنوں سے نیچے تک کھلے رہ سکتے ہیں۔ یہ تین اعضاء نماز کے حجاب میں داخل نہیں، لیکن اگر کوئی عورت ہاتھ میں دستانے اور پیر میں موزے پہن کر نماز پڑھے تو اچھی بات ہے، ضروری نہیں، کیونکہ یہ نماز کے حجاب میں داخل نہیں، البتہ ٹخنے چھپانے ضروری ہیں، اگر وہ کھلے رہیں گے تو عورت کی نماز نہیں ہوگی، ایسے ہی کان چھپانے بھی ضروری ہیں، اگر ان کو کھلے رکھ کر نماز پڑھے گی تو نماز نہیں ہوگی۔ صرف تین اعضاء ہی کھلے رہ سکتے ہیں، باقی بدن چھپا کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ یہ بندی کا اللہ تعالی سے حجاب ہے۔

دوسرا حجاب......محارم کا حجاب ہے، یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے، ان کے سامنے پیٹ اور اس کے مقابل کی پیٹھ نہیں کھول سکتی، اس کے علاوہ باقی بدن کھول سکتی ہے، سینہ، سینے کے مقابل کی پیٹھ، سینہ سے اوپر کا حصہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پنڈلیاں یہ سب اعضاء محارم کے سامنے عورت کھول سکتی ہے، لیکن کھول سکنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھول کر رکھے۔

پنڈلی، سر اور گردن وغیرہ میں آپ کو کوئی اشکال نہیں ہوگا، لیکن سینہ اور اس کے مقابل کی پیٹھ حجاب میں نہ ہونے پر اشکال ہوسکتا ہے، پس جاننا چاہئے کہ یہ ایک معاشرتی ضرورت ہے۔ عورت گھر میں چھاتی کھول کر بچہ کو دودھ پلاتی ہے اور اسی گھر میں باپ، خسر اور بھائی ہیں، پس اگر سینہ کو حجاب میں لیا جائے گا تو عورت بچہ کو دودھ کیسے پلائے گی؟ اس ضرورت سے سینہ کو محارم کے حجاب سے باہر رکھا گیا ہے، اور جب سینہ کا حصہ باہر رکھا گیا تو اس کے مقابل کی پیٹھ کو بھی باہر رکھا گیا۔ اور پیٹ کھولنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس

لئے پیٹ کو اور اس کے مقابل کی پیٹھ کو حجاب میں لیا گیا۔ غرض یہ ایک معاشرتی ضرورت ہے، اگر اس پر پابندی لگائی جائے گی تو کام نہیں چلے گا۔

تیسرا حجاب...... اجنبیوں کا حجاب ہے، اور وہ پورے بدن کا حجاب ہے، اس میں کوئی استثناء نہیں، ہاتھ' پاؤں' چہرہ سب کا حجاب ہے، بلکہ آواز کا بھی حجاب ہے، عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آواز اجنبیوں کو نہ سنائے، ٹیلی فون پر بھی نہ سنائے، کوئی دروازے پر دستک دے تو بھی نہ سنائے، ہاں مجبوری ہو تو ٹھیک ہے، فون کی گھنٹی بج رہی ہے اور گھر میں کوئی مرد نہیں تو عورت فون اٹھا کر جواب دے سکتی ہے، مگر سریلی آواز میں جواب نہ دے، کراری آواز میں جواب دے، یہ حکم قرآن میں ہے: ﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهِ مَرَضٌ﴾ کراری آواز میں جواب دے کہ صاحب خانہ گھر میں نہیں۔ عورت کا یہ پوچھنا کہ تم کون ہو؟ تمہارا نسب نامہ کیا ہے؟ تم کہاں سے بول رہے ہو؟ یہ سب غلط ہے، عورتوں کو اس سے کیا لینا ہے، بس اتنا کہہ دے کہ صاحب خانہ گھر میں نہیں، اور اگر گھر میں کوئی مرد ہے یا سمجھ دار بچہ ہے تو وہ فون اٹھا کر جواب دے، عورتیں فون نہ اٹھائیں، مگر آج کل ایسی مصیبت آئی ہوئی ہے کہ کسی کے گھر فون کرو تو پہلے عورت فون اٹھاتی ہے، وہ دنیا بھر کی تفصیل پوچھتی ہے، پھر شوہر کو دیتی ہے، وہ بھی وہیں بیٹھا ہے، یہ اسلامی معاشرہ کے خلاف ہے، عورتوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حجاب کے اس تیسرے مرحلے کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے: ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے' بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنے چہرے پر اپنی چادریں کھینچ لیں، یعنی جب کسی ضرورت سے گھر سے نکلیں تو اوڑھنی چہرے پر کھینچ لیں، یہ چہرے کا حجاب ہے، اور جب چادریں اپنے چہرے پر کھینچ لیں گی تو ہاتھ چھپے

ہوئے ہوں گے ہی، اگر چھپے ہوئے نہ ہوں تو کوئی خاص حکم ان کے بارے میں نہیں دیا، اسی طرح پیروں کے بارے میں بھی کوئی خاص حکم نہیں دیا، صرف چہرے کے بارے میں حکم دیا کہ عورتیں چہرے پر چادر کھینچ کر گھر سے نکلیں، کیونکہ چہرہ مجمع المحاسن ہے سارے جسم کی بیوٹی (خوب صورتی) چہرے میں جمع ہے، اس لئے سارے جسم کی خوب صورتی چہرے میں آجاتی ہے، اس لئے خاص طور پر اسی کے حجاب کا حکم دیا اور ہاتھوں اور پیروں کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۲۲ ج۱۶۔ تحفۃ الالمعی ص۲۰۴/۲۰۵ ج۲۔ علمی خطبات ص۱۱۴/۱۱ ج۲)

ایسا لباس پہن کر کشتی لڑنا جس میں ستر نہ چھپے جائز نہیں

مسئلہ:...... کشتی اور ورزش بہت مفید اور ضروری چیز ہے، اور جو لوگ کشتی لڑتے ہیں ان کے لئے ورزش کرنا لابدی اور ضروری ہے جو کہ صحت اور قوت کے لئے مفید ہے، لہذا کشتی لڑنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن کشتی کرنا لنگوٹ وغیرہ باندھ کر جس میں کشف عورت ہو جائز نہیں۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۷۴ ج۱۶)

خطیب کا منبر پر اور مقرر کا اسٹیج پر سلام کرنا

مسئلہ:...... خطیب کا منبر پر چڑھ کر سلام کرنا سنت اور مستحب نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، اور ترک اس کا سنت ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اور جن روایات میں نبی کریم ﷺ کا منبر سے سلام کرنا مروی ہے، احناف کے نزدیک وہ داخل (مجلس میں آنے والے) کا سلام کرنا ہے، خطبہ کا جزو نہیں، پس اگر خطیب باہر سے مسجد میں آئے تو داخل ہو کر سلام کرے، پھر منبر پر پہنچ کر

ساری مسجد کو سلام کرے، لیکن خطیب پہلے سے مسجد میں ہے، وہ جب خطبہ کے لئے کھڑا ہو اور منبر پر چڑھ کر سلام کرے تو یہ سنت اور مستحب نہیں ہے، کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے، بلکہ مکروہ ہے، کیونکہ اس کے جزو خطبہ ہونے کا وہم پیدا ہوگا۔

اور یہی حکم ہر مجمع کے لئے ہے، پس جو مقرر اسٹیج پر ہے، جب اس کی تقریر کا نمبر آتا ہے تو وہ اکیلا لاؤڈ اسپیکر پر پہنچ کر مجمع کو سلام کرتا ہے، یہ بے اصل ہے، ہاں مقرر اسی وقت باہر سے آئے تو سلام کرسکتا ہے، یہ داخل ہونے والے کا سلام کرنا ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۲۰۹ ج ۱۷)

ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہئے کہ سحر قطعی حرام ہے

مسئلہ:......ظالم کے شر سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر کی جائے تو درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مگر ظالم پر سحر کرنا یا کروانا نہیں چاہئے کہ سحر قطعی حرام ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۱۵۴ ج ۱۷)

ضرورۃً بینک میں پیسے رکھنے کی اجازت ہے

مسئلہ:...... بینک میں روپیہ رکھنا اگرچہ بلا اخذ سود ہو جائز نہیں ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مگر ضرورۃً بینک میں روپیہ رکھنے کی ''کفایت المفتی'' (۶۹/۸، کتاب الربا، بینک کے معاملات، جواب نمبر: ۶۶/۶۵) میں اجازت دی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۵۹ ج ۱۷)

حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں

مسئلہ:......زید نے عمر کی چیز لی اور واپس نہیں دیتا تو عمر کے لئے جائز ہے کہ زید کی ایسی چیز

لے جو ہم جنس ہو، اور اگر خلاف جنس لے گا تو وہ بھی جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ''قانون مروجہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکومت کے استیلاء کا مسئلہ ہے، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے معلوم نہیں اس جواب میں حکومت کے استیلاء کا اعتبار کیوں نہیں کیا...... حکومت کے استیلاء سے احکام بدل جاتے ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۳۲۸ ج ۱۷)

زانی کی اولاد میراث کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟

مسئلہ:...... زید نے بغیر نکاح کے عورت رکھی اور اس سے ایک لڑکا اور لڑکی بھی ہوئی، زید نے مرنے سے پہلے اس لڑکے اور لڑکی کے نام اپنا مکان اور نقدی جو کچھ تھا لکھ دیا، اور زید کا اقرار بھی ہے کہ یہ اولاد میری ہیں، جبکہ عورت نکاح کا انکار کرتی ہے، تو اولاد زید کی سمجھی جاوے گی، اور نسب ان کا زید سے ثابت ہوگا، اور وارث بھی ہوں گی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے متوفی شوہر کے قول کو پیش نظر رکھ کر جواب دیا، مگر عورت زندہ ہے اور وہ اقرار کرتی ہے کہ میرا نکاح آج تک نہیں ہوا، پس نسب ثابت نہیں ہوگا اور وہ لڑکا، لڑکی میراث کے مستحق نہیں ہوں گے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۵۵۰ ج ۱۷)

''امداد الفتاوی'' کے حواشی کی مثالیں

نوٹ:...... ''امداد الفتاوی'' کے جو حوالے دیئے گئے ہیں وہ حضرت مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدظلہ کی تحقیق والے نسخہ سے لئے گئے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے ''امداد الفتاوی'' پر حاشیہ کی چند مثالیں یہ ہیں۔

فاسق کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ اور بلوائیوں کے قصہ سے اشکال

سوال:...... ہماری کتب میں ہے کہ: اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے، لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بلوہ ہوا اور حضرات صحابہ نے بلوائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی، اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھ کے پھر اعادہ کرلیا کرو، حالانکہ بلوائیوں سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا، خصوصا ایسے بلوائیوں جنہوں نے خلیفہ برحق امیر المؤمنین داماد رسول مقبول ﷺ داخل عشرہ مبشرہ پر بلوی کیا ہو؟۔

الجواب:...... یہ روایت مجھ کو نہیں ملی [۱] اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کی جاوے، البتہ ''در مختار'' میں یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوۃ میں: ''کل صلوة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها''۔

اور رد المحتار'' میں اس کے عموم پر ایک قوی اعتراض کر کے تصحیح کے لئے یہ توجیہ کی ہے:

''الا ان يدعى تخصيصها بان مرادهم بالواجب والسنة التى تعاد بتركه ما كان من ماهية الصلوة واجزائها''۔

پس صلوۃ خلف الفاسق ونحوہ میں اول تو کوئی امر اجزائے صلوۃ میں سے مختل نہیں ہوئے، اس لئے قاعدہ وجوب اعادہ کا جاری نہ ہوگا۔ دوسرے انفراد سے ان کے ساتھ پڑھنا اولی ہے، اور اعادہ میں جو غالبا علی الانفراد ہوگا اولی سے غیر اولی کی طرف آنا ہے۔

اس کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: [۱] یہ روایت بخاری شریف (النسخة الهندية ۱/ ۹۶، رقم: ۶۸۶، ف: ۶۹۵، باب امامة المفتون والمبتدع) میں ہے۔

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے تو یہ ثابت

ہوتا ہے کہ نظام جماعت معطل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے جن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز پڑھ لی جاوے ''بخاری شریف'' کے دونوں شارح اس اثر سے یہی مسئلہ مستنبط فرماتے ہیں۔

اس اثر کا مسئلۂ مجوث عنہا سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

۲ اعتراض یہ کیا ہے کہ ''جماعت'' واجب یا کالواجب ہے، لہذا جس شخص نے تنہا نماز پڑھی ہو اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اور ''درمختار'' کے قاعدے کے موافق اس کا اعادہ ضروری ہوگا، حالانکہ فقہاء کی تصریح اس کے خلاف ہے، لہذا قاعدہ صحیح نہ رہا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے تصحیح قاعدہ کے لئے جو توجیہ کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ''اعادۂ صلوۃ اس واجب یا سنت کے چھوڑنے سے ضروری ہوتا ہے جو نماز کی ماہیت میں داخل ہو اور جماعت چونکہ نماز کی ماہیت وحقیقت میں داخل نہیں، بلکہ وصف خارجی ہے، اس لئے جماعت کے ترک سے اعادہ نہیں ہوگا''۔ (امداد الفتاوی جدید ص۱۲۰/۱۲۱ ج۲)

رمضان کی عشاء تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا

مسئلہ:......رمضان کی عشاء کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن شامی میں قہستانی کے ایک جزئیہ سے نہ پڑھنے کا قول منقول ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے بے شک قہستانی سے ایسا ہی نقل کیا ہے کہ جس نے فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھے وہ وتر بھی اس کے ساتھ نہ پڑھے، یعنی وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ ''غایۃ الاوطار'' میں بھی شامی سے اسی طرح نقل کیا ہے، لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کی عبارت سے جواز معلوم ہوتا ہے اور وہی قرین قیاس ہے، اس لئے ہمارے حضرات

اکابر کا فتوی جواز کا ہے.....پس جیسا کہ تراویح کو جماعت سے نہ پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے اسی طرح فرض کو تنہا پڑھنے والا بھی وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ سے سنا ہوا یاد ہے کہ فرض کو تنہا پڑھنے والا وتر کو جماعت سے پڑھ سکتا ہے، اور ''طحطاوی'' کی عبارت سے استدلال فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ بھی اس کو جائز فرماتے تھے۔

(فتاوی دار العلوم اول دوم ص ۲۴۲، قدیم۔ فتاوی رشیدیہ کامل ص ۳۲۸)

(امداد الفتاوی جدید ۱۲۴/۱۲۵ اص ج ۲)

جماعت ثانیہ کی مختلف صورتیں اوران کا حکم

مسئلہ:...... جماعت ثانیہ کی چند صورتیں ہیں: صورت اولی: مسجد محلّہ میں غیر اہل نے نماز پڑھ لی ہو۔ صورت ثانیہ: مسجد محلّہ میں اہل نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجۂ اولی [۱] نماز پڑھی ہو۔ صورت ثالثہ: وہ مسجد طریق [۲] پر ہو۔ صورت رابعہ: اس مسجد میں امام و مؤذن معین نہ ہوں۔ صورت خامسہ: مسجد محلّہ ہو، یعنی اس کے نمازی اور امام معین ہوں اور انہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو۔ پس صورت رابعہ اولی میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز بلکہ افضل ہے، جیسا کہ افضلیت [۳] کی تصریح موجود ہے، اور صورت خامسہ [۴] میں اگر جماعت ثانیہ بہیئت اولی ہو تب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ ''درمختار'' میں تحریمی ہونے کی تصریح ہے، اور اگر ہیئت اولی پر نہ ہو پس محل کلام ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں:

[۱]......یعنی صورت ثانیہ کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں اہل مسجد نے اذان تو دی ہو،

لیکن آہستہ دی ہو۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ انہوں نے بغیر اذان دیئے نماز پڑھی ہو، پس جو حکم شکل اول کا ہے وہی حکم -بدرجہ اولی- شکل دوم کا بھی ہوگا۔

۲..... یعنی جس کا کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہوں۔ (فتاوی دارالعلوم جدید: ۲۴/۳)

۳..... افضلیت کی تصریح فقط تیسری اور چوتھی صورت میں ہے..... پہلی اور دوسری صورت میں افضلیت کی تصریح نظر سے نہیں گذری۔

۴..... یعنی صورت خامسہ کی پھر دو شکلیں ہیں:

اول...... جماعت ثانیہ بہیئت اولی یعنی اذان و اقامت اور قیام امام فی المحراب کے ساتھ ہو تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، خواہ دوبارہ جماعت اہل مسجد کے علاوہ لوگ کریں یا بعض اہل مسجد کریں۔

دوم...... جماعت ثانیہ ہیئت اولی بدل کر ہو، ہیئت اولی نام ہے تین چیزوں کے مجموعہ کا: یعنی اذان، اقامت اور قیام فی المحراب کا، پس یہ تین باتیں نہ رہیں گی تو پوری طرح ہیئت اولی بدل جائے گی۔ اور اگر دو باتیں مرتفع ہوجائیں (خواہ وہ کوئی سی دو ہوں اذان و اقامت ہوں یا اذان و قیام فی المحراب ہوں، یا اقامت و قیام محراب ہوں) تو بھی ہیئت اولی بدل جائے گی، اس لئے کہ اکثر کے لئے کل کا حکم ہوتا ہے، اسی طرح جب ایک بات مرتفع ہوجائے گی تو بھی ہیئت اولی بدل جائے گی، کیونکہ کسی بھی جزو کے ارتفاع سے ہیئت کلی مرتفع ہوجاتی ہے۔ (القطوف الدانیۃ: ص۶/۷ ملخصا)

بہرحال یہ دوسری شکل محل بحث ہے، پہلی بحث تو یہ ہے کہ اس شکل میں صاحب درمختار نے خزائن الاسرار (جو درمختار کا نقش اول ہے) میں تکرار جماعت کو اجماعا جائز کہا ہے۔ چند دیگر حضرات نے بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس شکل میں تکرار جماعت

کومکروہ کہا ہے۔ پھرانہوں نے اپنے استنباط کو ظہیریہ کی روایت سے (جو ظاہر روایت ہے) مؤید کیا ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ اس شکل کے متعلق خود ائمہ مذہب کی روایات بھی مختلف ہیں، امام صاحب رحمہ اللہ سے ظاہر روایت مطلقا کراہت کی ہے، جس میں یہ شکل بھی داخل ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کراہت نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۱۴۵ ج ۲)

نماز کے انتظام اور امام ومؤذن کے تقرر والی بازار کی مسجد میں جماعت ثانیہ

مسئلہ:...... بازار کی مسجد میں جمعہ اور جماعت کا بھی معقول انتظام ہو یعنی امام ونائب امام اور مؤذن تنخواہ دار مقرر ہوں بعض عبارتوں سے جماعت ثانیہ کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مجیب قدس سرہ نے مسئولہ ''بازار کی مسجد'' کو شارع اور طریق کی مسجد قرار دے کر جواب دیا ہے، لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ ''مسجد محلّہ'' ہے اور اس میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ''جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں اور جماعت کا وقت معین اور لوگوں کو معلوم ہو، اس مسجد کو محلے کی مسجد کہتے ہیں۔ (شامی) اگر امام اور مؤذن مقرر نہ ہوں یا جماعت کا وقت معین اور معلوم نہ ہو تو وہ راہ گذری کی مسجد ہے، محلے کی مسجد نہیں'' اھ۔ (علم الفقہ: ۲/۹۰)

اور (کفایت المفتی: ۳/۱۰۵ (فی نسخۃ: ص ۱۱۰) میں ہے: ''حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں جس میں پنج وقتہ منظّم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے، پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے''۔

اور مسئولہ ''بازار کی مسجد'' میں امام ومؤذن مقرر ہیں، جماعت کا معقول انتظام ہے، یعنی نماز کے اوقات معین ہیں اور لوگوں کو معلوم ہیں، پس وہ محلّہ کی مسجد ہے۔ اور محلّہ کی مسجد ہونے کے لئے ''جماعت معلومہ'' (معین نمازی) ہونا ضروری نہیں ہے، چنانچہ شیخ رحمہ اللہ سندھی (تلمیذ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ) نے حرمین شریفین کی مسجدوں میں تکرار جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شریف غزنوی حنفی رحمہ اللہ نے بھی نکیر فرمائی، بعض مالکیہ نے تو ائمہ اربعہ کے مذہب پر اجماعا عدم جواز کا فتوی دیا۔ علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ نے بھی ''البحر الرائق'' کے حاشیہ میں کراہت کو تسلیم کیا ہے، حالانکہ حرمین کی مسجدوں میں جماعت معلومہ نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ ان تمام حضرات کے نزدیک مسجد محلّہ ہونے کے لئے ''جماعت معلومہ'' کی شرط نہیں ہے، لہذا علامہ شامی رحمہ اللہ کا مسجد محلّہ ہونے کے لئے جماعت معلومہ ہونا شرط قرار دے کر مذکورہ تمام فقہاء پر استدراک فرمانا صحیح نہیں ہے۔

علاوہ بریں آج کل جو بازاروں میں مساجد ہوتی ہیں ان میں تین طرح کے نمازی ہوتے ہیں: ایک وہ تاجر جن کی اس مسجد کے قرب و جوار میں دکانیں ہیں، دوسرے مسجد کے قرب و جوار میں بسنے والے مسلمان، تیسرے وہ لوگ جو بازار میں اپنی کسی ضرورت سے آئے ہوئے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ اگرچہ رات کو دکان بند کر کے گھر چلے جاتے ہیں، لیکن دن کی تمام (''اکثر'' کا لفظ زیادہ مناسب ہے، مرغوب) نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ اور دوسری قسم کے لوگ تو تمام نمازیں اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں، لہذا ''بازار کی مسجد'' کے لئے بھی جماعت معلومہ ہوگئی۔ تیسری قسم کے کچھ لوگوں کے شریک ہونے کی وجہ سے وہ مسجد طریق اور مسجد شارع نہیں بنے گی، جیسا کہ حرمین کی مسجدیں۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۱۵۵/۱۵۶ ج۱)

جس امام کے ثنایا علیا نہ ہوں، ایسے امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ:......جس امام کے ثنایا علیا نہ ہوں جو مخرج: تا' طا' دال کا ہے تو ایسے امام کی اقتدا میں اختلاف ہے، احوط عدم صحت ہے، اور اوسع صحت ہے، اور میرے نزدیک اس زمانہ میں صحت کو ترجیح ہونی چاہئے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ جواب مذکور شخص کو الثغ (وہ شخص جو بعض حروف ادا کرنے پر قادر نہ ہو) قرار دے کر دیا گیا ہے، لیکن حروف نطعیہ کا مخرج ''زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے'' پس اگر کسی کے ثنایا علیا نہ ہوں تب بھی ان کی صحیح ادائیگی ممکن ہے، کیونکہ جڑ موجود ہے، اور جسے خوب پختہ مشق ہو وہ تو بالکل صحیح ادا کرسکتا ہے، البتہ عام لوگوں کی ادا ناقص (غیر صاف) ہوتی ہے، اور اگر حرف صاف ادا نہ ہو تو وہ الثغ نہیں ہے، الثغ وہ شخص ہے جو کسی حرف کو بالکل ادا نہ کر سکے بدل کر دوسرا حرف ہو جائے، لہذا جس کے ثنایا علیا نہ ہوں اگر وہ پختہ مشق ہونے کی وجہ سے حروف نطعیہ کو بالکل صحیح ادا کر لیتا ہے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے، اور اگر صاف ادا نہیں ہوتے تو اس کے پیچھے بھی نماز صحیح ہے، لیکن اگر بالکل ادا نہیں کر پاتا یعنی حروف نطعیہ بدل کر دوسرے حروف ہو جاتے ہیں تب وہ الثغ ہے اور اس کے پیچھے نماز کی صحت میں اختلاف ہے، احوط عدم جواز ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۱۷۶/۱۷۷ ج ۲)

نوٹ:...... جو حروف نطع (حنک اعلی یعنی اوپر کا تالو) کی کھال سے نکلتے ہیں ان کو حروف نطعیہ کہتے ہیں، اور وہ تین ہیں: تا، دال، طا۔ (عمدۃ الفقہ ص ۱۳۳ ج ۲، القاب حروف کا بیان)

امام کی نماز کی کراہت مقتدیوں کی نماز کو متعدی ہوتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ:......اگر امام کی نماز مکروہ ہوگی تو مقتدی اس کراہت سے بچیں گے یا نہیں؟ اس باب

میں کوئی روایت نہیں ملی، لیکن قواعد سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کراہت کسی فعل داخل فی الصلوۃ سے ہے، مثلاً ترک واجب یا فعل زائد تب تو وہ کراہت صلوۃ مقتدی تک متعدی ہوگی، کیونکہ اس صوت میں اس کی نماز بھی مکروہ ہوئی۔'' و صلوتہ متضمنۃ لصلوۃ المقتدی ''۔

اور اگر کسی امر خارج عن الصلوۃ سے ہے جیسے کسی ہیئت غیر مشروعہ سے تو وہ متعدی نہ ہوگی، کیونکہ اس وقت نماز مکروہ نہیں ہوئی ایک جداگانہ فعل مکروہ ہے، گو ایسے شخص کا امام بنانا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ نے قاعدہ'' کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا'' کی شرح میں لکھا ہے:''الظاھر ان النقص فی صلوۃ الامام ولم یجبر وجبت الاعادۃ علی المقتدی ایضا، اھ''۔

اس سے حضرت مجیب قدس سرہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ مقتدی پر اعادہ کا واجب ہونا دلیل ہے تعدیہ کراہت کی اور یہ اس صورت میں ہے کہ کراہت امام کی نماز میں داخل ہوئی، پس اگر کراہت کسی امر خارج عن الصلوۃ کی وجہ سے ہے تو تعدیۂ کراہت نہ ہوگا۔ (امداد الفتاوی جدید ص۲۰۰ ج ۲)

عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول میں سے اصح قول

مسئلہ:......عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف مشہور ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: عمل کثیر کی تعریف میں پانچ قول ہیں، اصح یہ ہے کہ'' دور سے دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے''۔

(امداد الفتاوی جدید ص۲۴۲ ج ۲)

کیا نماز کی حالت میں عینک لگا رکھنا مکروہ ہے؟

مسئلہ:......نماز کی حالت میں عینک لگا رکھنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن فعل عبث ہے، اور عبث نماز میں مکروہ ہے، اس عارض کے سبب یہ فعل عبث ہوگا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: البتہ جو لوگ عینک کے عادی ہیں یعنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے ''نمبری عینک'' لگاتے ہیں، چونکہ انہیں بغیر عینک کے طمانینت وسکون نہیں رہتا، اس لئے ان کے لئے یہ فعل عبث نہیں ہے، اور مکروہ نہ ہوگا۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۲۶۵ ج ۲)

نوٹ:......عینک کو فعل عبث کہنا مشکل ہے، اس لئے کہ یہ ضرورت کی چیز ہے، اور ضرورت کی چیز عبث نہیں ہوتی۔ البتہ جو لوگ رنگ برنگ کے شوقیہ چشمے اور عینک لگاتے ہیں، وہ نماز کی حالت میں لگانے اور اس کی وجہ سے سجدہ صحیح طور پر نہ ہوتا ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔

(ملخص از حاشیہ: مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ)

کیا مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے؟

مسئلہ:......مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مسجد کی چھت پر تنہا یا با جماعت نماز پڑھنے کی کراہت کا مدار چھت پر چڑھنے کی کراہت پر ہے، چنانچہ ''عالمگیریہ'' میں ''غرائب'' سے جو کراہت صلوۃ نقل کی ہے وہ کراہت صعود علی السطح پر متفرع ہے، لیکن شامی رحمہ اللہ نے ''درمختار'' کے قول ''وکرہ تحریما الوطء فوقه'' کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''ای الجماع ''خزائن'' اما الوطء فوقه بالقدم فغیر مکروه الا فی الکعبة لغیر عذر ، لقولهم بکراهة الصلوة فوقها''۔

اور جب سعود علی السطح مکروہ نہیں تو چھت پر نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں، پھر شامی نے

قہستانی سے کراہیۃ صعود علی السطح کا جزئیہ بھی نقل کیا ہے، اور اس پر کراہیۃ صلوۃ علی سطح المسجد متفرع کی ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ کو اس پر اطمینان نہیں ہے، اس لئے ''فليتأمل'' فرمایا ہے۔ (ردالمحتار: ۱/۶۱۴، شامی، کتاب الصلوۃ، مکتبہ زکریا: ۲/۴۲۸، کراچی: ۱/۶۵۶)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ شرح منیہ اور شامی کی مذکورہ عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں: خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ بعض عبارتوں سے جواز نماز فوق المسجد معلوم ہوتا ہے اور بعض سے کراہت معلوم ہوتی ہے۔

(فتاوی دارالعلوم جدید ص: ۴/۱۵۰، سوال: ۱۶۲۱)

پس تطبیق کی صورت ذہن میں یہ آتی ہے کہ نفی کراہت تحریمی کی ہے اور اثبات کراہت تنزیہی کا، لہذا مسجد کی چھت پر تنہا یا با جماعت نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولی ہے، البتہ عذر کے وقت مثلاً: نیچے جگہ نہ ہو، یا گرمی شدید ہو اور دریچوں سے بھی علاج نہ ہو سکے اور دیگر کوئی محظور شرعی بھی نہ ہو مثلاً قرب و جوار کے مکانوں کی بے پردگی تو چھت پر تنہا یا با جماعت نماز پڑھنا جائز ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۲۷۷ ج ۲)

تراوح بین القدمین کے مسئلہ پر تسامح

مسئلہ:......تراوح بین القدمین حنفیہ کے نزدیک افضل ہے ''طحطاوی'' نے ''ظہیریہ'' سے نقل کیا ہے، امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ تسامح ہے ''طحطاوی'' نے امام صاحب رحمہ اللہ کی تصریح قیام میں دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت فاصلہ رکھنے کے مسنون ہونے کے بارے میں ''کتاب الاثر'' سے نقل کی ہے، اور ''ظہیریہ'' سے تراوح کے استحباب کی روایت نقل کی ہے ''طحطاوی'' کی پوری عبارت اس طرح ہے:

’’قوله : ويسن تفريج القدمين فى قدم القيام (اربع اصابع) نص عليه فى ’’ كتاب الاثر‘‘ عن الامام ولم يحك فيه خلافا ، وفى الظهيرية :أو روى عن الامام التراوح فى الصلوة احب الى من ان ينصب قدميه نصبا‘‘۔

(طحطاوى على المراقى الفلاح ، كتاب الصلوة ، فصل فى بيان سننها،مکتبۃ:،دارالکتاب،دیوبند ص٢٦٢)۔(امدادالفتاوی جدیدص۲۸۲ج۲)

نوٹ:......تراوح اورصف (تراوح بين القدمين اورصف بين القدمين)میں فرق ہے۔ صف یہ ہے کہ ایک قدم پرزوردے کردوسرے قدم کواس طرح ڈھیلا چھوڑ دیا جائے کہ وہ کسی قدر مڑ جاوے جیسا کہ گھوڑا ایک پیرکوڈھیلا چھوڑ دیتا ہے یہ مکروہ ہے۔تراوح میں ایک قدم پرزوردیا جاتا ہے دوسرے پرزورنہیں دیا جاتا،مگراس کو بالکل ڈھیلا بھی نہیں چھوڑا جاتا کہ مڑ جاوے۔(امدادالفتاوی جدیدص۲۸۳ج۲)

آج کے دور میں سنتوں کومسجد میں پڑھنا افضل ہے

مسئلہ:......سنت فجر کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے، بلکہ جمیع سنن مؤکدہ کا تا کہ اتہام یا تشبہ باہل بدعت سے محفوظ رہے جو کہ تارکین ان سنن کے ہیں۔

اس پرتحریرفرماتے ہیں:اصل مذہب یہ ہے کہ سنن مؤکدہ کا گھر میں پڑھنا افضل ہے، لیکن اب مسجد میں پڑھنا بدووجہ افضل ہے:اول تشبہ باہل بدعت،دوم:لوگوں میں تہاون و سستی عام ہے،اورمشاغل روزافزوں ہیں،اس لئے اندیشہ ہے کہ گھر میں نہ پڑھ سکیں۔

’’قال فى الفتح : وبه أى باصل المذهب افتى الفقيه ابو جعفر ، قال : الا ان يخشى ان يشتغل عنها اذا رجع ، فان لم يخف فالافضل البيت ، الخ ‘‘۔

(فتح القدیرص۴۹۴ج۱(کوئٹہ:ص۴۱۶ج۱)،كتاب الصلوة ، باب ادراک الفريضة)

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ثم افتی ارباب الفتیا بان الافضل الاداء فی المسجد کیلا یلزم التشبہ بترکھا بالروافض حیث لا یأتون بھا ‘ و نظرا الی تھاون اھل عصرنا یکمن ان یفتی بادائھا فی المسجد کیلا یتشاغلوا عنھا فی البیوت ، الخ ‘‘۔

(معارف السنن ص ۱۱۱ ج ۴، کتاب الصلوۃ ، باب ما جاء انہ یصلیھما فی البیت)

(امداد الفتاوی جدید ص ۳۲۱ ج ۲)

نوٹ:...... مسجد میں سنت پڑھنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا، اور دنیوی بات سے نمازی محفوظ رہتا ہے، اس لئے کہ بعض روایات میں فرض اور سنت کے درمیان بات نہ کرنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں: مثلا: اس کی نماز اعلی علیین میں چڑھ جاتی ہے، یا علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ اس لئے علماء نے سنت و فرض کے درمیان دنیوی بات کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اور عدم تکلم کو افضل فرمایا، اس لئے کہ سنن فرائض کے مکملات اور ان کا تتمہ ہیں، اور تتمہ شیء کے متصل اور ملا ہوا ہوتا ہے، لہذا فصل نہ ہونا چاہئے۔ بعض مشائخ نے تو گفتگو کی صورت میں سنت کا اعادہ کرنے کو کہا ہے۔ اور ’’الدر المختار‘‘ میں ہے کہ: فرض اور سنت کے درمیان بات کرنے سے ثواب میں نقص آئے گا۔

امام احمد اور اسحق بن راہویہ رحمہما اللہ کے ایک قول میں بات کرنے سے سنت باطل ہوجاتی ہے۔ ’’درمختار‘‘ اور ’’بحر‘‘ میں بعض حنفیہ کا بھی یہی قول منقول ہے، مگر یہ قول مختار نہیں، قول محقق اس سلسلے میں یہی ہے کہ لغو اور خالص دنیوی باتیں یا کسی ایسے عمل سے جو نماز و ذکر کے منافی ہو، جیسے خرید وفروخت، کھانا پینا وغیرہ یا زائد فصل اور تاخیر ہوجائے تو یہ

عمل ثواب کو کم کرنے والا ہے۔

(زادالمعاد ص۳۱۳ ج۱۔اعلاء السنن ص ۱۹ ج ۷۔شمائل کبری ص ۲۹۴ ج ۷ ر ط: زمزم پبلشرز، کراچی)

تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور ناجائز ہے

مسئلہ:......تراویح کے امام کے ذمہ ایک دو نمازیں معین کر کے اس کو تنخواہ دینا اس وقت جائز ہے جب امامت ہی مقصود ہو، حالانکہ یہاں مقصود تراویح ہے، اور یہ محض ایک حیلہ ہے، دیانات میں جو کہ معاملہ فی ما بین العبد و بین اللہ ہے حیل مفید جواز واقعی کو نہیں ہوتے، لہذا یہ ناجائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: قاعدہ ہے: ''الامور بمقاصدها'' پس اگر کسی حافظ کو ختم قرآن شریف کے لئے تراویح کا امام بنایا جاوے تو ظاہر ہے کہ اس سے مقصود امامت نہیں ہے، بلکہ قرآن شریف کا ختم ہے۔ (فتاوی دارالعلوم جدید ۴ر۲۷۳)

لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس حیلہ کے جواز کا فتوی دیا ہے، فرماتے ہیں: اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین کر دی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے، کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ (دیباچہ فتاوی رحیمیہ ص ۵ ج ۲)

لیکن ظاہر ہے کہ یہ حیلہ ہی حیلہ ہے، مقصود واقعی ختم قرآن شریف ہے، امامت مقصود ہرگز نہیں ہے اور دیانات میں حیلے مفید جواز نہیں ہوتے، فالحق ما افتی بی المجیب قدس سره العزیز۔ (امدادالفتاوی جدید ص ۳۴۶ ج ۲)

شبینہ میں ممانعت کا حکم ہی احوط ہے

مسئلہ:......اگر شبینہ میں قرآن صاف پڑھا جائے، اور حفاظ کو ریا مقصود نہ ہو کہ فلاں نے اس

قدر پڑھا اور فلاں نے اس قدر، اور جماعت کسل مند نہ ہو، اور حاجت سے زیادہ روشنی میں تکلف نہ کریں، اور تراویح میں پڑھیں، اور قصد حصول ثواب کا ہو جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ حکم ہے فعل کا فی نفسہ، لیکن ہمارے زمانہ میں مفاسد عادۃً مثل لازم کے ہو گئے ہیں، لہذا منع کرنا ہی احوط ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص۳۵۱ ج۲)

تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو؟

مسئلہ:......تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے، الخ۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: صحیح مسئلہ اس طرح ہے۔

اگر تراویح کی دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہو جائے تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور با قاعدہ سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے، اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو چوتھی رکعت ملا کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے، لیکن یہ چار رکعت صرف دو رکعت شمار ہوں گی، اور پہلے شفعہ میں جو قرآن پڑھا گیا ہے اس کا اعادہ کرنا ہوگا، کیونکہ پہلا شفعہ قعدۂ اخیرہ ترک کرنے کی وجہ سے فاسد ہو گیا ہے، لہذا تراویح میں محسوب نہ ہوگا اور اس میں پڑھے گئے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا، البتہ تحریمہ استحساناً باقی ہے، اس لئے دوسرا شفعہ ہو جائے گا اور اس میں پڑھا ہوا قرآن بھی معتبر ہوگا۔

اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ بھول کر کھڑا ہوا تھا اور تیسری رکعت پڑھ کر قعدہ کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو تینوں رکعتیں بے کار ہو گئیں، پہلا شفعہ بوجہ فاسد ہو جانے کے اور دوسرا شفعہ بوجہ ناتمام رہ جانے کے، اور تینوں رکعتوں میں پڑھے ہوئے قرآن کا اعادہ ضروری ہوگا۔

اور اگر دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کر کے کھڑا ہوا ہے اور چار رکعات پڑھ کر سلام

پھیرا ہے تو چاروں رکعتیں صحیح ہوں گی، اور سب تراویح میں محسوب ہوں گی، اور سجدۂ سہو کی حاجت نہیں ہوگی، اور اگر تین پر قعدہ کر کے سلام پھیر دیا تو پہلا شفعہ صحیح ہو گیا اور تیسری رکعت بے کار گئی، اس کی قرأت کا اعادہ کرنا ہوگا، تفصیل کے لئے دیکھئے! ''فتاوی رحیمیہ'' ۱/۳۵۱۔ فتاوی دار العلوم دیوبند جدید: ۴/۶۶۲/۲۷۵۔ کفایت المفتی: ۳/۳۴۹/۳۶۴۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۳۷۱ ج ۲)

امام قعدہ سے کھڑا ہو جائے تو مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے

مسئلہ:......مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اولی میں ملا، اور اس کے تشہد سے پہلے امام اٹھ گیا تو مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے، بدون تشہد کے نہ اٹھے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن اگر تشہد ادھورا رکھ کر اٹھ گیا، یا تشہد پڑھے بغیر اٹھ گیا تو حلبی رحمہ اللہ کی رائے میں نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ہوگی، علامہ شامی رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ بغیر کسی قسم کی کراہت کے نماز کو صحیح کہتے ہیں، صاحب درمختار کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے، نیز فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۳۹۲ ج ۲)

مرتد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو پہلے کی قضا نمازوں کا حکم

مسئلہ:......ایک شخص مسلمان تھا بعد میں مرتد ہو گیا، پھر مسلمان ہوا، مرتد ہونے سے پہلے کی نمازیں جو اس کے ذمہ تھیں قضا کرنی ہوں گی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ''مختصر الطحاوی'' ص ۲۹ / میں ہے:

''ولا يقضي المرتد شيئا من الصلوات ولا مما تعبد به سواها (وفي نسخة : ولا شيئا يعبد به) ويكون بارتداد كمن لم يزل كافرا ، اه''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا نہیں ہے، اور اگر چہ یہ بات صحیح ہے کہ ترک صلوۃ وصیام معصیت ہے اور ارتداد کے بعد بھی معصیت باقی رہتی ہے، لیکن جب وہ دوبارہ مسلمان ہوا تو حسب ارشاد نبوی ''الاسلام یھدم ما کان قبلہ'' وہ معصیت ختم ہوگئی۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۳۸۳ ج ۲)

مقیم مسافر امام کے پیچھے شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ:...... مقیم شخص چار رکعت والی نماز میں مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں یا قعدہ میں شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر پہلی رکعت میں شریک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں دو رائے ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ...... جب پہلی رکعت میں شریک ہوا ہو تو وہ صرف لاحق ہے، لہذا امام کے ساتھ سلام پھیرنے پر اپنی بقیہ دو رکعتیں بغیر قراءت کے پڑھے، اور جب دوسری رکعت یا قعدہ میں شریک ہوا ہو تو وہ مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی، لہذا امام کے فارغ ہونے کے بعد پہلے وہ رکعتیں پڑھے جن میں لاحق ہے، یعنی آخر والی، اور ان میں نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت، کیونکہ ان رکعتوں میں وہ حکما امام کے پیچھے ہے، پھر وہ رکعتیں پڑھے جن میں مسبوق ہے، یعنی پہلی ایک رکعت، یا دو رکعتیں، اور ان میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے۔

(کفایت المفتی: ۳۸۷/۳۔ فتاوی دار العلوم دیوبند جدید: ۴۸۹/۴۔ فتاوی رشیدیہ ص ۲۹۲)

دوسری رائے یہ ہے کہ...... جب مقیم شخص مسافر امام کے ساتھ پہلی رکعت میں شریک ہو تو وہ صرف لاحق ہے، لہذا بقیہ دو رکعتیں بغیر قراءت کے پڑھے، اور جب وہ دوسری رکعت میں یا امام کے قعدۂ اخیرہ میں شریک ہو تو وہ صرف مسبوق ہے، لہذا یہ شخص اٹھ کر پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، فاتحہ اور سورت پڑھ کر قعدہ کرے، اور پھر دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے، اور

آخری دونوں رکعتوں کے درمیان قعدہ نہ کرے، اگر وہ تمام رکعات کا مسبوق ہے (یعنی جب قعدہ میں فاتحہ کے ساتھ پڑھے)۔

یہ دوسری رائے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ (صاحب بذل المجہود) کی ہے، حضرت نے اس سلسلہ میں بہت ہی مفصل و مدلل فتاوی ارقام فرمائے ہیں، جو ماہنامہ ''نظام'' کانپور (شمارہ: مئی و جون: ۱۹۶۴ء) اور ''احسن الفتاوی'' میں شائع ہوئے ہیں۔ احقر کے ناقص خیال میں یہ دوسری رائے ہی صحیح ہے، اور وہی عمل وفتوی کے لئے متعین ہے، اور اس کے لئے مشبع دلائل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کے آخری مفصل و مدلل جواب میں موجود ہیں۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۴۰۲ ج ۲)

سورۂ فاتحہ پڑھی اور سورت پڑھے بغیر رکوع کرلیا تو؟

مسئلہ: ......نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھی اور سورت پڑھے بغیر رکوع کرلیا تو اب قیام کی طرف عود کرے اور سورت ملائے پھر رکوع کرے تب سجدہ میں جاوے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ اولی صورت ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ رکوع کے بعد سجدہ میں چلا جائے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۴۴۵ ج ۲)

ترک واجب سے دوبارہ پڑھی گئی نماز میں نو وارد کی شرکت

مسئلہ: ......امام سے واجب چھوٹ گیا اور سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو دوبارہ پڑھی جانے والی نماز میں نو وارد کے شریک ہونے سے اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یہ جواب مختار قول کے مطابق نہیں ہے، مختار قول یہ ہے کہ نو وارد کی نماز صحیح نہ ہوگی، پھر سے پڑھنی ہوگی، کیونکہ امام کی یہ دوسری مستقل نماز نہیں ہے، بلکہ اول نماز کی تکمیل کے لئے ہے، لہذا مستقل فرض پڑھنے والے کی اقتدا ایسے امام کے پیچھے

صحیح نہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو! فتاوی رحیمیہ :۱/۱۹۸۔ شامی :۱/۴۲۶۔ کفایت المفتی ۳/۹۳/۹۶۔ فتاوی دار العلوم دیو بند جدید :۳/۳۷۱۔ (امداد الفتاوی جدید ص۴۵۲ ج ۲)

نوٹ:...... اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک فرض ادا ہو جائے گا اور بعض کے نزدیک فرض ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے تطبیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ جس نو وارد کو اس بات کا علم ہو کہ یہ لوٹائی جانے والی نماز ہے تو اس کا فرض ادا نہ ہوگا، اور جس کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ لوٹائی جانے والی نماز ہے، اس کے شریک ہونے سے اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ کا حاشیہ۔

(امداد الفتاوی جدید ص۴۵۲/۴۵۳/۴۵۴/۴۵۵ ج ۲)

سجدۂ تلاوت ایک ساتھ کرے یا ہر آیت پر اسی وقت کرے؟

مسئلہ:...... پورے قرآن کریم کی تلاوت کے ایک ساتھ سارے تلاوت کے سجدے کرنا جائز ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اور بہتر یہ ہے کہ جس وقت آیت سجدہ تلاوت کی ہے، اسی وقت سجدہ کرلے۔ (امداد الفتاوی جدید ص۴۸۳ ج ۲)

محض نکاح سے وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں؟

مسئلہ:...... محض نکاح سے وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں اس مسئلہ میں دوسرے علماء سے تحقیق کی جاوے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی یہ ہے کہ محض تزوج سے مقیم ہو جاتا ہے۔ دیکھئے فتاوی دار العلوم دیو بند جدید: ۴/۴۵۸۔ اور جلد چہارم: ۴۸۲/ میں وضاحت ہے کہ تزوج سے مراد یہ ہے کہ نکاح ہوا اور بیوی کو وہاں سے لے جانے کا

ارادہ نہیں ہے۔ بہرحال خود وہاں رہنے کا عزم ضروری نہیں ہے۔

اب علماء کا رجحان حضرت مجیب قدس سرہ (یعنی حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے جواب کی طرف ہے، یعنی خود وہاں رہنے کا عزم ضروری ہے جیسا کہ ''قاضی خان'' کے جزئیہ میں ہے۔ (امدادالفتاوی جدید ص۴۵۹ ج۲)

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد کیسے سلام پھیرے؟

مسئلہ:......نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے، ملاحظہ ہو فتاوی دارالعلوم دیوبند جدید: ۳۱۴/۵۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف اولیت میں ہے، جائز دونوں ہیں یعنی ارسال کر کے سلام پھیرنا اور ہاتھ باندھے باندھے سلام پھیرنا دونوں جائز ہیں۔ (امدادالفتاوی جدید ص۳۸۱ ج۳)

مسواک مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے

مسئلہ:......میرے نزدیک مسنونیت مسواک کی عام ہے (یعنی مسواک مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے)۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: ابن حجر رحمہ اللہ نے محدث احمد بن منیع رحمہ اللہ کے مسند سے ''المطالب العالیۃ'' (۲۳/۱) میں حدیث نقل فرمائی ہے:

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ (جو صحابی ہیں) ارشاد فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مسواکوں کو تلوار کی موٹھ کے ساتھ باندھا کرتے تھے، اور عورتیں اپنی اوڑھنیوں میں باندھا کرتی تھیں۔ اس حدیث سے صحابیات رضی اللہ عنہن کا مسواک استعمال کرنا صراحۃً ثابت ہوتا ہے۔ (امدادالفتاوی جدید ص۲۰۱ ج۱)

عورت کے لئے علک کا استعمال جائز ہے

مسئلہ:……واضح ہو کہ اصل سنت درخت کی مسواک ہے، مسواک کی موجودگی میں انگلیاں بھی مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔ ''ولا تقوم الاصابع مقام العود عند وجوده''

(کبیری قدیم ص۳۲۔جدید ص۳۳، ط: مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

لیکن عورتوں کے لئے درخت کی مسواک موجود ہوتے ہوئے بھی علک (لبان کی ایک قسم) کا استعمال جائز ہے، وہ مسواک کے قائم مقام شمار ہوگا، جبکہ عورت نے اس کا استعمال سنت ادا کرنے کی نیت سے کیا ہو''یقوم العلک مقامه للمرأة مع القدرة علیه''۔

(درمختار مع الشامی ص۱۵۱ ج۱، کراچی۔ص۲۳۶ ج۱، زکریا دیوبند، کتاب الطهارة)

''قوله: مقامه ای فی الثواب اذا وجدت النیة''۔

(طحطاوی علی الدر المختار ص۷۰ ج۱، کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے''لکون المواظبة علیه تضعف اسنانها فیستحب لها''یعنی ہمیشہ لکڑی کی مسواک استعمال کرنا عورت کے دانتوں کو کمزور کرتا ہے، اس لئے گاہ بگاہ علک کا استعمال اس کے لئے مستحب ہے، معلوم ہوا کہ عورت کے لے بھی اصل سنت درخت کی مسواک ہے۔(امداد الفتاوی جدید ص۲۰۱ ج۱)

پھایہ کان کے نرمہ یا سوراخ میں رکھا ہو تو مسح کا حکم

مسئلہ:……اگر پھایہ کان کے نرمہ میں رکھا ہو تو مسح کے وقت اس کا نکالنا سنت ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس لئے کہ کان کے اندر کے تمام حصہ کا مسح سنت ہے، اور وہ پھایہ نکالے بغیر ممکن نہیں ہے، اور سنت کا موقوف علیہ سنت ہوتا ہے، لہذا اس کا نکالنا سنت ہوا۔

مسئلہ:......اگر پھایہ کان کے سوراخ میں رکھا ہو تو اس کا نکالنا مستحب ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس لئے کہ کان کے سوراخ میں تر انگلی ڈالنا مستحب ہے جو بغیر نکالے ممکن نہیں، لہذا نکالنا مستحب ہوا۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۲۱۱ ج ۱)

سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینے کی تفصیل

مسئلہ:......سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا چاہئے یا ہاتھ دھونے کے بعد جو تری بچی ہے، اس سے مسح جائز ہے، اس میں اختلاف ہے۔ حاکم شہید رحمہ اللہ جائز قرار نہیں دیتے، اور جمہور جائز کہتے ہیں۔ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ''سعایہ'' (ص ۶۷ ج ۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند) میں بحث و تمحیص کے بعد مسئلہ کی دو صورتیں کی ہیں:

(۱)...... ہاتھوں کے ذریعہ کسی عضو کو دھونے کے بعد ہاتھوں میں بچی ہوئی تری۔

(۲)...... ہاتھوں سے کسی عضو پر پانی ڈالنے کے بعد ہاتھوں میں بچی ہوئی تری۔ پہلی قسم کی تری سے سر اور موزوں کا مسح جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ تری مغسول عضو سے لی گئی ہے، اس لئے وہ ''ماء مستعمل'' ہے۔ اور دوسری قسم کی تری سے مسح کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ہاتھ کسی مغسول عضو سے نہیں ملے ہیں، اس لئے وہ تری ''ماء مستعمل'' نہیں ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۲۱۶ ج ۱)

گردن کے مسح کے بارے میں علماء کی آراء

مسئلہ:......گردن کے مسح کے بارے میں علماء کی تین رائے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ بدعت فرماتے ہیں۔ شرنبلالی رحمہ اللہ وغیرہ سنت فرماتے ہیں۔ اور اکثر احناف اور اصحاب متون مستحب فرماتے ہیں، اور یہی قول صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے ''سعایہ'' (مکتبہ اشرفیہ، دیوبند: ۱/۱۷۸) اور رسالہ ''تحفۃ الطلبہ فی مسح الرقبۃ'' (مصنفہ مولانا عبدالحئی صاحب

لکھنوی رحمہ اللہ) ملاحظہ فرمائیں۔(امداد الفتاوی جدید ص۲۲۲ ج۱)

کیا جنابت کی حالت میں بال کتروانا اور ناخن ترشوانا مکروہ ہے؟

مسئلہ:...... جنابت کی حالت میں خط بنوانا اور بال کتروانا اور ناخن ترشوانا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: بال کترنے اور مونڈنے اور ناخن کترنے کو بحالت جنابت بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، بظاہر مراد مکروہ سے مکروہ تنزیہی ہے، جن کا مآل خلاف اولی ہے۔"عالمگیریہ" جلد خامس میں ہے:" حلق الشعر حالة الجنابة مكروه ، وكذا قص الاظافير ، هكذا في الغرائب"۔(فتاوی دار العلوم دیوبند ص۲۳ ج۱)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" ما اعلم على كراهية ازالة شعر الجنب و ظفره دليلا شرعيا"۔(فتاوی ابن تیمیہ ص۴۴ ج۱)۔(امداد الفتاوی جدید ص۲۵۵ ج۱)

نوٹ:......امام بخاری رحمہ اللہ نے"بخاری شریف" کے"ترجمۃ الباب" میں امام عطاء بن رباح رحمہ اللہ کا اثر نقل فرمایا ہے، جس میں حالت جنابت میں بالوں کی صفائی اور ناخن تراشنے کو جائز بتلایا گیا ہے۔اسی طرح مصنف"عبدالرزاق" میں ابن جریج عن عطاء کے طریق سے جائز نقل فرمایا ہے۔اور بخاری کی شرح"عمدۃ القاری" میں بھی جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صاف الفاظ میں جواز اور عدم کراہت کی بات نقل فرمائی ہے۔(ملخصا از: حاشیہ امداد الفتاوی جدید ص۲۵۵ ج۲)

نوٹ:......امام عطاء بن رباح رحمہ اللہ کا اثر یہ ہے:" وقال عطاء : يحتجم الجنب ' ويُقلِّم اظفاره ويَحلِق رأسه وان لم يتوضأ"۔

(بخاری، باب الجنب يخرج و يمشي في السوق و غيره ، كتاب الغسل ، قبل رقم الحديث:۲۸۴)

کپڑے پر دھبا اور وجوب غسل کی چودہ صورتیں

مسئلہ:......نیند سے بیدار ہونے پر کپڑے میں دھبا ہونے اور خواب کے یاد ہونے و نہ ہونے میں غسل کے وجوب وعدم وجوب کی چودہ صورتیں ہیں:

نمبر	صورت	حکم
۱	منی کا یقین ہواور خواب یاد ہو............	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۲	مذی کا یقین ہواور خواب یاد ہو............	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۳	ودی کا یقین ہواور خواب یاد ہو............	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے..........
۴	منی کا یقین ہواور خواب یاد نہ ہو..........	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۵	مذی کا یقین ہواور خواب یاد نہ ہو..........	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے..........
۶	ودی کا یقین ہواور خواب یاد نہ ہو..........	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے..........
۷	منی اور مذی میں شک ہواور خواب یاد ہو..	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۸	مذی اور ودی میں شک ہواور خواب یاد ہو.	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۹	منی اور ودی میں شک ہواور خواب یاد ہو.	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۱۰	منی، مذی اور ودی میں شک ہواور خواب یاد ہو	بالاتفاق غسل واجب ہے...............
۱۱	منی اور مذی میں شک ہواور خواب یاد نہ ہو	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے
۱۲	منی اور ودی میں شک ہواور خواب یاد نہ ہو	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے

۱۳	منی، مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو........................	طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہیں ہے
۱۴	مذی اور ودی میں شک ہو اور خواب یاد نہ ہو	بالاتفاق غسل واجب نہیں ہے..........

(امداد الفتاوی جدید ص۲۴۰ ج۲)

مسجد کی زمین پر تیمّم کرنے کا حکم

مسئلہ:......مسجد کی زمین میں تیمّم کرنا مکروہ ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: مسجد کی مٹی سے تیمّم کرنے کی دو صورتیں ہیں: اول: ضرورت کی وجہ سے، مثلا کوئی شخص مسجد میں سویا اور اسے غسل کی حاجت پیش آگئی اور فورا باہر نکلنا تاریکی یا بارش وغیرہ (جیسے دشمن یا درندے کا خوف، مرغوب) اعذار کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو تیمّم کر لینا مستحب ہے تاکہ جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا لازم نہ آئے، تمام فقہائے احناف نے یہ مسئلہ لکھا ہے، لیکن کسی نے یہ نہیں لکھا کہ مسجد کی مٹی سے تیمّم نہ کرے، بلکہ سب کی عبارتیں مطلق ہیں۔ ''ولو کان نائما فیہ فاحتلم والماء خارجہ و خشی من الخروج یتیمم و ینام فیہ الی ان یمکنہ الخروج ، قال فی المنیۃ : وان احتلم فی المسجد تیمم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ، الخ''۔

(شامی ص۴۱۰ ج۱، زکریا، دیوبند۔ ص۲۴۳ ج۱، کراچی)

لہذا اگر وہاں کوئی اور مٹی نہ ہو تو مسجد کی مٹی سے تیمّم کر لینا جائز ہے، لاطلاق الروایات۔

البتہ حضرات شوافع نے لکھا ہے کہ اس صورت میں بھی مسجد کی مٹی سے تیمّم نہ کرے اور مٹی ہو تو تیمّم کرے ورنہ بغیر تیمّم کے جنابت کی حالت ہی میں مسجد میں ٹھہرا رہے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کوئی شخص مسجد کی تھوڑی سی مٹی

استعمال کرلے تو اس میں کراہت کی کیا وجہ؟۔

امام زرکشی محمد بن عبداللہ شافعی رحمہ اللہ (ولادت: ۷۴۵ھ، وفات: ۷۹۴ھ) ''اعلام المساجد باحکام المساجد'' ص ۳۱۷ رمیں لکھتے ہیں:

''ما يجوز المكث للجنب فى المسجد للضرورة بان نام فى المسجد واحتلم ولم يمكنه الخروج لاغلاق الباب أو الخوف على نفسه أو ماله ، قال فى الروضة : ويجب ان يتيمم ان وجد غير تراب المسجد ولا يتيمم بترابه ، الخ -الى قوله- وقول الرافعى : ولا يتيمم بتراب المسجد كما لو لم يجد الا ترابا مملوكا ، نازعه فيه النووى فى شرح التنبيه ، فقال : هكذا قال تبعا لصاحبى التهذيب والتتمة ، وفيه نظر ، وأى مانع يمنع من غبار يسير للضرورة ؟ والفرق بينه و بين المملوك ظاهر ، وقال الرويانى فى البحر : لو احتلم فى المسجد أو خاف العسس (الشرلهة التى تطوف ليلا للحراسة) يتيمم بغير تراب المسجد ، فان لم يجد الا تراب المسجد لا يتيمم ، كما لو وجدت فيه ترابا مملوكا للغير ، ولكنه لو تيمم به جاز''۔

دوم:...... بلاضرورت مسجد کی مٹی سے تیمّم کرنا یہ مکروہ ہے۔

''قال فى الاشباه فى احكام المساجد : ومنها منع اخذ شىء من اجزائه ، قالوا فى ترابه : ان كان مجتمعا جاز الاخذ منه ، ومسح الرجل عليه ، والا لا ، اه ، قال الحموى : قوله : والا لا ، اقول : لان المجتمع المنبسط بمنزلة ارض المسجد فيكره اخذه يعنى على سبيل الاستعمال ، وأما اذا أخذه للتبرك فجائز ، كما قالوا فى تراب الكعبة ، واعلم ان هذا الحكم كان حيث كانت المساجد لا تنبسط ، أما الآن فازالة التراب و رفعه قربة''۔

علامہ حموی رحمہ اللہ کے قول ''واعلم ، الخ '' سے بھی معلوم ہوا کہ کراہت اس مٹی سے تیمّم کرنے میں ہے جو مسجد کا جزو ہے، لیکن اگر مسجد کے پکے فرش پر غبار ہو تو چونکہ وہ مسجد کا جزو نہیں ہے، اس لئے اس سے تیمّم کرنا جائز ہوگا۔ (امداد الفتاوی جدید ص۲۸۵ ج۱)

جرابوں پر مسح کے بارے میں حدیث مجمل و مبہم ہے

مسئلہ:...... جرابوں پر مسح کے بارے میں حدیث میں جو آیا ہے وہ مجمل و مبہم ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: جرابوں پر مسح کرنے کی تین حدیثیں مروی ہیں: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور جرابوں اور نعلین پر مسح فرمایا۔ ان میں سے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیثیں تو ضعیف ہیں، البتہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' فرمایا ہے، لیکن دیگر بڑے بڑے محدثین نے اس پر بھی نقد فرمایا ہے۔

(بحث کے لئے ملاحظہ ہو ''نصب الرایہ'': ۱/۱۸۴/۱۸۶۔ معارف السنن شرح ترمذی: ۱/۳۴۸/۳۵۱)

علاوہ بریں حدیث اس سلسلے میں مجمل ہے کہ وہ جرابیں ثخین تھیں یا رقیق؟ پھر سادہ تھیں یا منعل؟ کیونکہ حدیث کے الفاظ مسح علی الجوربین والنعلین کا مطلب بعض محدثین نے مسح علی الجوربین المنعلین بیان فرمایا ہے۔ نیز یہ تعیین بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ کا یہ وضو واجب تھا، یعنی حدث کی حالت میں فرمایا گیا تھا یا مستحب تھا، یعنی وضو علی الوضوء تھا، نیز یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ یہ حکم عام ہے، یعنی تمام امت کے لئے ہے، آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہے، ورنہ کہا جا سکتا ہے کہ: ''واقعة حال لا عموم لها''۔

(امداد الفتاوی جدید ص۲۹۳ ج۱)

زخم سے نکلنے والا پانی ناپاک ہے؟ اور کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ:......زخم سے جو پانی نکلتا ہے وہ ناقض وضو ہے، یہ پانی نجس ہے اور نجس مغلظ ایک درہم تک معاف ہے، اس لئے وہ داغ اگر پھیلاؤ میں ایک روپیہ سے زائد نہ ہو تو نماز ہو جاوے گی۔

اس جزئیہ کے حاشیہ پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

یہ اس صورت میں ہے کہ زخم سے نکل کر پانی بہہ گیا اور وہ کپڑے کو لگ گیا۔ اور اگر پانی یا پیپ وغیرہ صرف زخم کے منہ پر رہے اور کپڑا اس کو بار بار لگتا رہا یہاں تک کہ کپڑے پر پھیل گیا، یہ ناپاک نہیں، نہ اس کا دھونا واجب ہے۔ محمد شفیع

آپ اس حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں: بلکہ حاشیہ اس طرح ہونا چاہئے کہ:

''یہ اس صورت میں ہے کہ زخم سے نکل کر پانی بہہ گیا اور وہ کپڑے کو لگ گیا، اور اگر پانی' پیپ وغیرہ صرف داد کے زخموں کے منہ پر رہا اور کپڑا اس کو بار بار لگتا رہا یہاں تک کہ کپڑے پر پھیل گیا تو دل میں سوچے، اگر ایسا معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا تو بہہ پڑتا تو وہ ناپاک ہے اور کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور اگر ایسا معلوم ہو کہ کپڑا نہ لگتا تب بھی نہ بہتا تو وہ ناپاک نہیں ہے، نہ اس کا دھونا واجب ہے۔'' ان مسح الدم عن رأس الجرح بقطنه ثم خرج فمسح ، ثم و ثم ....ينظر ان كان بحال لو ترك لسال ينتقض و الا فلا ''

(منیۃ ص۴۸، الطهارة ، فصل فی نواقض الوضوء، مکتبہ: اشرفیہ، دیوبند ص۱۳۲)

(امداد الفتاوی جدید ص۳۳۰ ج۱)

ناپاک کپڑے کو تین بار نچوڑا جائے، مگر بدن کے لئے یہ قاعدہ نہیں

مسئلہ:......ناپاک کپڑے کو دھونے کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ تین بار اسے نچوڑا جائے، مگر

بدن انسانی ناپاک ہوتو اس کے لئے یہ قاعدہ نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: بدن تین بار مسلسل دھونے سے پاک ہو جائے گا، ہر بار خشک کرنا ضروری نہیں ہے۔ ''یطهر بالغسل ثلا ثا و لو بدفعة بلا تجفيف''۔

(رد المحتار: ۱/۳۰۷، مکتبہ زکریا، دیوبند۔ ص۳۳۲ ج۱، کراچی)، (امداد الفتاوی جدید ص۳۶۵ ج۱)

شہد میں چوہا گر کر مر جائے تو

مسئلہ:......سیال شہد میں چوہا گر کر مر جائے تو سب ناپاک ہوگیا، پانی ڈال کر جوش دینا اور اس کا جلا دینا بعض کے نزدیک مطہر ہے۔ اس طرح طاہر کر کے کفار کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے، اور نجس کا فروخت کرنا بھی درست نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہو جائے گا....... اور کفار کے ہاتھ فروخت کرنے کا مشورہ اس لئے دیا گیا کہ امام محمد رحمہ اللہ اس کو پاک قرار نہیں دیتے، اگر چہ مفتی بہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی کا ہے، ممکن ہے کہ بعض طبائع اس کے استعمال سے اِبا (نفرت) کریں، اس لئے فروخت کر دینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص۳۷۲ ج۱)

مرغی کو ذبح کے بعد گرم پانی میں جوش دینا

مسئلہ:......بکری، مرغی یا اور جانوروں کے سر اور پیروں وغیرہ پر ذبح کرنے کے بعد جو خون مسفوح لگا ہوا ہوتا ہے وہ جلا دینے سے پاک ہو جاتا ہے، جب کہ اس کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن سائل کا منشاء غالبا یہ نہیں ہے، بلکہ وہ یہ پوچھ رہا ہے کہ مرغی وغیرہ پرندوں کو ذبح کر کے سرد ہونے کے بعد پر اکھاڑنے کی زحمت سے بچنے کے

لئے آگ پر جھلس لیتے ہیں اور کبھی بڑے بڑے پر اکھاڑ کر جو چھوٹے چھوٹے پر جسم پر رہ جاتے ہیں، ان کو جھلس لیا جاتا ہے تو چونکہ ہنوز اس کے پیٹ سے آلائش نہیں نکالی گئی، اس لئے اس کا حکم اس مرغی کے مانند ہوگا جسے ذبح کر کے آلائش صاف کئے بغیر پانی میں جوش دے دیا گیا ہے، یا کچھ اور حکم ہوگا؟

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس جھلسنے سے وہ مذبوح ناپاک نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ جھلسنا معمولی ہوتا ہے جس کا اثر صرف چمڑی تک رہتا ہے، اندر نجاست تک اس کا اثر نہیں پہنچتا، اور جوش دادہ مرغی کے ناپاک ہوجانے کی جو علت تشرب نجاست بیان کی گئی ہے وہ یہاں مفقود ہے، اس لئے وہ پرندہ پاک اور حلال ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۳۹۱ ج ۱)

چاند، سورج کی طرف پاخانہ، پیشاب کے وقت منہ کرنا مکروہ ہے

مسئلہ:...... سورج بادل میں چھپا ہوا ہو تو اس کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا درست ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: چاند، سورج کی طرف پاخانہ، پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن مراد چاند سورج کی ذات کا استقبال واستدبار ہے، اس جہت یا ان کی روشنی کا استقبال واستدبار مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح جب وہ نظر نہ آرہے ہوں تو بھی کراہت نہیں ہے، اور صورت مسئولہ میں چونکہ آفتاب ابر میں چھپا ہوا ہے، اس لئے کراہت نہیں ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۳۹۴ ج ۱)

فرج کی رطوبت اور ایک تحقیقی حاشیہ

مسئلہ:...... رطوبت فرج کے متعلق جوابات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اول...... فرج خارج کی رطوبت پاک ہے، اس لئے کہ وہ درحقیقت پسینہ ہے۔

دوم......فرج داخل کی رطوبت جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پاک کہتے ہیں اور صاحبین رحمہما اللہ ناپاک کہتے ہیں، کیونکہ اس رطوبت کے بارے میں تردد ہے کہ وہ پسینہ ہے یا مذی؟ اس لئے اس کی نجاست میں اختلاف ہوا ہے، اور احتیاط اس کے نجس کہنے میں ہے۔

سوم:.......رحم کی رطوبت جو بالاتفاق ناپاک ہے۔

یہ جوابات کا خلاصہ تھا۔ اب اصل مسئلہ کے متعلق عرض ہے کہ تمام سوالات اس سفیدی کے بارے میں ہیں جو بعض عورتوں کو اکثر اوقات بہتی رہتی ہے، اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے اس کی حقیقت جان لینی چاہئے۔ فرج کا ایک حصہ تو خارج کا ہے، یعنی وہ حصہ جس کا دھونا غسل میں فرض ہے، اس پر اگر تری محسوس ہو تو وہ درحقیقت پسینہ ہے، جس طرح جسم کے اور حصوں میں پسینہ نکل کر محل تر ہو جاتا ہے، یہاں بھی یہ صورت پیش آتی ہے، لہذا جس طرح جسم کے تمام حصوں کا پسینہ پاک ہے، یہاں کا پسینہ بھی پاک ہے، اس لئے نہ اس سے وضو ٹوٹتا ہے، نہ اس کا دھونا ضروری ہے۔

دوسرا حصہ داخل (اندرونی حصہ) کا ہے، اس کی رطوبت میں کئی احتمال ہیں:

الف...... یا تو یہ طبعی رطوبت ہے، یعنی وہ رطوبت ہے جو عضو کو نرم رکھنے کے لئے اس مقام میں پیدا ہو کر ہمیشہ وہاں رہتی ہے، اس رطوبت کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پاک فرماتے ہیں، اور صاحبین رحمہما اللہ ناپاک قرار دیتے ہیں، لیکن واضح رہے کہ یہ رطوبت اندر ہی رہتی ہے، خود سے باہر نہیں آتی۔ ائمہ کا اختلاف اس کے متعلق چند مسائل میں ہے۔

ب...... دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ مذی ہو جو غدۂ قدامیہ میں پیدا ہوتی ہے اور بوقت شہوت یا بوقت تخیلات شہوانیہ نکلتی ہے۔

”والمذی: ھو رطوبة تسیل عند ابتداء الشھوة لتلیین مجری المنی ....

ومجراها فوق مجری المنی ''۔(شرح الاسباب:۱۲۵/۲)

ترجمہ...... مذی وہ رطوبت ہے جو شہوت کے شروع میں بہتی ہے، جس سے منی کے راستے نرم ہوتے ہیں..... مذی کا راستہ منی کے راستے کے اوپر ہے۔(ترجمہ کبیر:۲۵۱/۳)

ج...... تیسرا احتمال یہ ہے کہ وہ ودی ہو جو ایک سیال رقیق رطوبت ہے جو غدۂ ودی میں پیدا ہوتی ہے، اور پیشاب سے پہلے اس کے ساتھ خارج ہوتی ہے تا کہ پیشاب بہ سہولت خارج ہو جائے اور اس کی تیزی پیشاب کی نالی میں محسوس نہ ہو، پیشاب کے بعد بھی نکلتی ہے۔

''و الودی : هو رطوبة غروبة لزجة تسيل مجری البول عند ارادته لتغرية المجری و تولدها من غدة موضوعة بقرب عنق المثانة .....وهی اذا كثرت غلظت و سَالَت بعد البول ایضا''۔(شرح الاسباب:۱۲۵/۲)

اگر چہ عورت کے پیشاب کا سوراخ مُہْبَل (مقام جماع) سے تقریبا ایک انچ اوپر ہوتا ہے، لیکن وہ ہوتا ہے فرج داخل ہی میں۔

د...... چوتھا احتمال یہ ہے کہ وہ منی ہو، جس طرح مردوں کو جریان کی شکایت ہو جاتی ہے، یعنی عوارض کی وجہ سے منی کا کچا مادہ نکلنے لگتا ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی یہ عارضہ لاحق ہوتا ہے۔

''وربما عرض لهن سيلان المنی كما يعرض للرجال''۔(شرح الاسباب:۱۵۸/۲)

ھ...... پانچواں احتمال یہ ہے کہ وہ مذکورہ رطوبت کے علاوہ رحم سے نکلنے والے فضلات ہوں۔

''قد يعرض للنساء ان تسيل من ارحامهن دائما رطوبات ...... وتلك الرطوبات اما ان يكون تولدها فی الرحم نفسه اذا ضعفت القوة الغاذية التی فيها

..... واما فضول تصل اليها من جميع البدن على جهة الاستفراغ والتنقية ''۔

(شرح الاسباب:۱۵۸/۲)

ان رطوبات کو''سیلان الرحم''اور''سفیدی''اور سفیدی کا مرض'' بھی کہتے ہیں۔

(دیکھئے! ترجمہ کبیر:۳۰۵/۳)

پچھلی چار صورتوں کی رطوبت باہر نکلتی ہے اور چونکہ مذی، ودی، منی اور تمام فضلات رحم ناپاک ہیں، اس لئے رطوبت بھی ناپاک ہوگی اور ناقض وضو ہوگی۔

خلاصۂ بحث یہ کہ: جو رطوبت بہتی ہے وہ خواہ کوئی ہو ناقض وضو ہے اور ناپاک ہے، لہذا بعض عورتوں کو اکثر اوقات جو سفیدی بہتی رہتی ہے وہ ناپاک ہے، اور ناقض وضو ہے، جب وہ بہہ کر فرج خارج تک نکل آئے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور فرج داخل کی جس رطوبت میں امام صاحب رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کا اختلاف ہوا ہے وہ خود سے باہر آتی ہی نہیں، لیکن اگر یہ رطوبت (سفیدی) ہر وقت بہتی رہتی ہو تو وہ عورت معذور ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۳۴۷/۳۴۸/۳۴۹/۳۵۰ ج ۱)

عشاء کا وقت غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہو جانا' قاعدہ کلیہ نہیں

مسئلہ: ......عشاء کا وقت غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہو جاتا ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: تمام سال کے لئے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ موسم کے اختلاف سے کم وبیش ہوتا ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۴۱۳ ج ۱)

گھڑی دیکھ کر نماز کی جماعت کھڑی کر دینے کا التزام بدعت نہیں ہے

مسئلہ: ......گھڑی دیکھ کر نماز کی جماعت کھڑی کر دینے کا انتظام بمصلحت سہولت نمازیوں کے ہے، اور غیر ممنوع ہے۔ انتظام ممنوع وہ ہے جو دین بکسر دال یا بفتح دال کے طور پر ہو۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: یعنی ہر ایسی نئی بات جس کی شریعت میں کچھ اصل نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے تو وہ بدعت اور ممنوع ہے، اسی طرح کسی مباح فعل (غیر ضروری کام) کو دَین (قرضہ) کی طرح لازم اور ضروری سمجھ کر کرنا بھی ممنوع ہے، اور نماز کے لئے اوقات مقررہ کی پابندی کو نہ دین (ثواب کا کام) سمجھا جاتا ہے، نہ دَین (لازم) سمجھا جاتا ہے، اس لئے ممنوع نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص۴۲۴ ج۱)

اذان کے بعد دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے

مسئلہ:......اذان کے بعد دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا افضل ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: امام العصر علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ اذان کی دعا میں عدم رفع مسنون ہے۔ ''المسنون فی هذا الدعاء ألا ترفع الايدی، لانه لم يثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم رفعها، الخ''۔

(فیض الباری ص۱۶۷ ج۲ ط: کوئٹہ، باب الدعاء عند النداء، کتاب الاذان)

اور آپ نے بھی ''نیل الفرقدین'' میں ص:۱۳۳ر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے قریب قریب تحقیق بیان فرمائی ہے، جسے فیض الباری (۱۲۷/۲) میں نقل کیا گیا ہے:

''ما ملخصه اكثر دعاء النبی صلی الله عليه وسلم كان علی شاكلة الذكر، لا يزال لسانه رطبا به، و يبسطه علی الحالات المتواردة علی الانسان ......ومثل هذا فی دوام الذكر علی الاطوار لا ينبغی له ان يقصر امره علی الرفع''۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اذان کے بعد کا وقت احادیث میں ''محل اجابت دعا'' میں شمار کیا گیا ہے، اور اپنی حاجات کے لئے دعا کرنے کا امر بھی وارد ہوا ہے۔

''عن عبد الله بن عمرو: قال ان رجلا قال: يا رسول الله! ان المؤذنين

یفضلوننا ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : قل کما یقولون ، فاذا انتهیت فسل تعطه''۔(ابوداؤدص ۸۷ج۱، باب ما یقول اذا سمع المؤذن ، رقم الحدیث:۵۲۴)

لہذا اگر کوئی شخص اذان کے بعد صرف دعائے ماثورہ پڑھنا چاہتا ہو تو عدم رفع افضل ہے، جیسا کہ مجیب اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ کی رائے ہے، لیکن اگر کسی کو دعائے ماثورہ کے علاوہ اپنی حاجات کے لئے دعا کرنا ہے تو اس کے لئے رفع ید افضل ہے، اسی قاعدے سے جو حضرت مجیب رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔(امداد الفتاوی جدید ص ۴۳۷/۴۳۸ ج۱)

ڈوبنے کے خوف اور امراض کے عموم کے وقت اذان

مسئلہ:......بعض بزرگوں کا عمل (اذان دینے کا) وقت عموم امراض وخوف غرق بھی دیکھا ہے، لیکن کوئی روایت نہیں دیکھی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اس لئے (اذان دینا) نہ چاہئے بالخصوص جب کہ عوام کا اعتقاد اس میں حد فساد تک پہنچا ہوا ہے۔(امداد الفتاوی جدید ص ۴۳۹ ج۱)

اقامت میں حیعلتین میں تحویل وجہ

مسئلہ:......التفات یمین ویسار جیسے اذان میں مسنون ہے ویسا ہی اقامت میں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: اقامت کے حیعلتین میں تحویل وجہ کے متعلق تین قول ہیں:

اول......تحویل نہ کرے، اس لئے کہ اقامت حاضرین کے اعلام کے لئے ہے، برخلاف اذان کے کہ وہ غائبین کے اعلام کے لئے ہے۔

دوم......اگر جگہ وسیع ہو یعنی مسجد بڑی ہو تو تحویل کرے، ورنہ نہ کرے۔

سوم......خواہ جگہ وسیع ہو یا نہ ہو ہر صورت میں تحویل کرے۔

یہ تیسرا قول صاحب درمختار کا پسندیدہ ہے۔کبیری (ص ۳٦۰) میں تحویل کو سنت

متوارثہ کہا ہے۔ حضرت مجیب رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کے مطابق فتوی ارقام فرمایا ہے، لیکن ''سراج وہاج'' میں پہلا قول ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے (منحۃ الخالق، حاشیہ البحر الرائق م، مکتبہ، زکریا، دیوبند: ۴۴۹/۱، کوئٹہ: ۳۵۸/۱) میں ''النہر الفائق شرح کنز الدقائق'' سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے۔

''قوله فی السراج الوهاج : لا یحول ، الخ ، قال فی النهر : الثانی اعدل الاقوال''۔

مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے ''سعایہ'' (ص ۱۸ ج ۲، باب الاذان ، کتاب الصلوۃ، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند) میں اسی کو حق کہا ہے: '' قلت : والحق الصریح هو القول الاول''۔

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے ''محمود الروایہ شرح نقایہ'' میں اذان و اقامت کا فرق بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے: ''وکذا لا تحویل فیها''۔ (شرح نقایہ: ۶۱/۱)

یعنی ایک فرق یہ بھی ہے کہ اذان میں تحویل ہے، لیکن اقامت میں نہیں ہے۔ اور گو یہ بات صحیح ہے کہ اقامت احد الاذانین ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اذان کی تمام سنتیں اقامت میں بھی ہوں، اذان میں انگلیوں سے کان بند کرنا مسنون ہے، نیز ترسل یعنی ٹھہر ٹھہر کر اذان مسنون ہے، لیکن اقامت میں یہ دونوں چیزیں مسنون نہیں ہیں، لہذا صحیح یہ ہے کہ اقامت میں تحویل وجہ مسنون نہیں ہے۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۴۴۰/۴۴۱ ج ۱)

جمعہ کی کونسی اذان سے بیع مکروہ ہے؟

مسئلہ:...... جمعہ کی اذان کئی مساجد میں ہو تو بیع کی کراہت کس اذان سے ہوگی؟ اس سلسلہ میں روایت صریحہ احقر نے نہیں دیکھی، لیکن تعدد اذان میں اجابت اذان اول کو لکھا ہے،

اس قیاس پر وجوب سعی وکراہت بیع بھی اذان اول پر چاہئے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: روایت صریحہ تو اس سلسلہ میں ہے نہیں، جیسا کہ حضرت رحمہ اللہ نے لکھا ہے، بلکہ جواب ''اجابت اذان اول'' پر قیاس کر کے لکھا ہے، لیکن یہ قیاس صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ''درمختار'' کی جس عبارت سے استشہاد کیا گیا ہے وہ ایک مسجد کی چند اذانوں کے متعلق ہے، اور بحث متعدد مساجد کی اذانیں ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اجابت اذان کی دو قسمیں ہیں: ایک اجابت بالقدم یعنی اذان سن کر مسجد میں جانا، اور دوسری اجابت باللسان یعنی اذان سن کر زبان سے اس کا جواب دینا۔ اول واجب ہے اور ثانی مستحب ہے۔.....

اسی طرح چند اذانوں کی بھی دو صورتیں ہیں: اول: ایک ہی مسجد میں چند اذانیں ہوں۔ دوم: چند اذانیں الگ الگ مساجد میں ہوں، قسم اول کا حکم ''درمختار'' میں یہ بیان کیا ہے کہ صرف اذان اول کا جواب واجب ہے۔

''**ولو تکرر اجاب الاول** (در مختار) (**قوله: ولو تکرر**) **ای اذان واحد بعد واحد اما لو سمعهم فی آن واحد من جهات فسیأتی**''۔ (رد المحتار)

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ''درمختار'' کا مذکور قول اس صورت کا حکم ہے، جبکہ متعدد اذانیں ایک ہی مسجد میں ہوں، اور اس حکم کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حرمت صرف اذان اول کے لئے ہے، کیونکہ بعد کی اذانیں مسنون نہیں ہیں۔

''**ویفیده ما فی البحر ایضا عن التفاریق اذا کان فی المسجد اکثر من مؤذن واحد أذنوا واحدا بعد واحد، فالحرمة للاول**''۔

اور قسم دوم: (یعنی جب متعدد مساجد کی اذانیں سنے) کے متعلق علامہ شامی رحمہ اللہ

نے ترجیح اس کو دی ہے کہ زبان سے تمام اذانوں کا جواب دے۔

''بخلاف ما اذا كان من محلات مختلفة تأمل ، ويظهر لى اجابة الكل بالقول لتعدد السبب وهو السماع كما اعتمده بعض الشافعية ''۔(رد المحتار)

یعنی داعی الی اللہ کے ساتھ حسن ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اجابت باللسان تمام مساجد کی اذانوں کی مستحب ہو۔

رہی اجابت بالقدم تو ''درمختار'' میں ہے:

''وفى التاتارخانية : انما يجب اذان مسجده ، و سئل ظهير الدين عمن سمعه فى آن من جهات ماذا يجب عليه ؟ قال : اجابة مسجده بالفعل ، قال الشامى : (قوله : انما يجب اذان مسجده) اى بالقدم ''۔(۳۳۰/۱، مکتبہ زکریا۔۷۰/۲/۱۷، کراچی: ۳۹۹/۱)

یعنی اجابت بالقدم صرف مسجد محلّہ کی اذان کی واجب ہے۔

ادھر قول مختار کے مطابق جمعہ کی اذن اول کے وقت اجابت بالقدم واجب ہے۔

''وان يستجيب بقدمه اتفاقا فى الاذان الاول يوم الجمعة لوجوب السعى ''۔

(در مختار)

کیونکہ آیت کریمہ: ﴿**اذا نودى للصلوة ، الخ**﴾ سے مستفاد یہی ہے کہ اذان جمعہ سنتے ہی تمام کاروبار اور مشاغل چھوڑ کر علی الفور اجابت بالقدم واجب ہے، اور جب ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے تو اجابت بالقدم ہر مسجد کی طرف تو واجب ہو نہیں سکتی کہ یہ محال ہے، اور نہ اس مسجد کی طرف واجب ہے جہاں سب سے پہلے اذان ہوئی ہے، ورنہ تعدد جمعہ کا جواز ہی ختم ہو جائے گا، کیونکہ جب سب لوگوں کے لئے اسی مسجد کی طرف اجابت بالقدم واجب ہوئی تو اب اور جگہ جمعہ جائز کہاں رہا؟ بلکہ اجابت بالقدم مسجد محلّہ کی

طرف واجب ہے، لہذا کراہت بیع اور وجوب سعی کا حکم بھی اسی مسجد محلّہ کی اذان اول کے ساتھ متعلق ہوگا۔

''والظاهر ان المأمورين بترك البيع هم المأمورون بالسعی الی الصلوة ''۔

(روح المعانی: ۹۱/۲۸، مکتبہ زکریا، دیوبند، جز نمبر: ۲۸، ۵۲۱/۱۵، سورۃ الجمعہ، آیت نمبر: ۱۱/۹)

(امداد الفتاوی جدید ص۴۴۲/۴۴۳/۴۴۴ ج۱)

کیا منبر اور اذان کی جگہ مسجد میں داہنی جانب ہو؟

مسئلہ:......منبر مسجد میں بائیں جانب ہونا چاہیے یا دائیں جانب؟ اسی طرح اذان مسجد میں دائیں جانب دینی چاہیے یا بائیں جانب؟ اس کی کوئی اصل یا نہیں۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: منبر مسجد کی داہنی جانب یعنی امام کی داہنی جانب بنانا سنت ہے، آپ ﷺ کا منبر اسی جانب تھا۔

''يستحب أن يكون المنبر على يسار القبلة تلقاء يمين المصلى اذا استقبل كذا قاله الضميرى والدارمى والرافعى وغيرهم ''۔(اعلام المساجد ص۳۷۳)

''وكان منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن يمين المحراب اذا استقبلت القبلة ''۔(بذل المجہود ص۱۷۸ ج۲، قدیم، كتاب الصلوة، باب موضع المنبر)

''ومن السنة ان يخطب عليه اقتداءً به صلى الله عليه وسلم، (بحر) وان يكون على يسار المحراب، قهستانی ''۔

(رد المحتار ص۷۷۰ ج۱، ط: مکتبہ: زکریا، دیوبند۔ کراچی ص۱۶۱ ج۱، كتاب الصلوة، باب الجمعة)

''انما وضع فی جانب الغربی قريبا من الحائط ''۔(زاد المعاد ص۱۱۶ ج۱)

اور دیکھئے! فتاوی دار العلوم دیوبند (۲۹۰/۲)

دوسرے مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ:
شریعت میں اس کا کچھ حکم نہیں کہ اذان بائیں جانب ہو اور اقامت داہنی جانب ہو، بلکہ جس طرف اتفاق ہو اذان و اقامت درست ہے، کچھ کراہت کسی جانب میں نہیں ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۴۴۸ ج ۱)

غیر معتدل ممالک میں غروب وشفق کا مسئلہ

مسئلہ:...... فقہی نقطۂ نظر سے دنیا دو خطوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے:

(۱)...... جہاں: ۲۴ر گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب ہوتا ہے، ان خطوں کی پھر دو قسمیں ہیں:

(الف)...... معتدل ممالک یعنی جہاں رات دن کے اوقات مساوی ہوں، یا اعتدال کے ساتھ کم و بیش ہوئے ہوں۔ (۴۵ر عرض البلد کے اندر کے علاقے)۔

(ب)...... غیر معتدل ممالک: یعنی وہ علاقے جہاں رات دن کے اوقات میں فاحش (بہت زیادہ) کمی بیشی ہوتی ہو، مثلا برطانیہ جہاں گرمیوں میں: ۱۸ر گھنٹے دن اور چھ گھنٹہ کی رات ہو جاتی ہے۔

(۲)...... جہاں: ۲۴ر گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب نہیں ہوتا، خواہ وہاں ۲۴ر گھنٹوں میں کئی کئی بار طلوع و غروب ہوتے ہوں، یا: ۲۴ر گھنٹوں سے زائد وقت ایک بار طلوع و غروب کے لئے لگتا ہو...... (امداد الفتاوی جدید ص ۴۵۰ ج ۱)

جو ممالک: ۴۵ر عرض البلد سے اوپر واقع ہیں، وہاں شفق دیر سے غائب ہوتی ہے، اور صبح صادق جلدی ہوتی ہے، موسم گرما کے بعض مہینوں میں غروب شفق اور صبح میں بہت ہی کم فاصلہ رہتا ہے، بطور مثال: ۴۵ر عرض البلد کے طلوع و غروب کا نقشہ یہ ہے:

طلوع آفتاب......	۴/۳۵	غروب........	۹/۴۱	دن کی مقدار....	۱۷/۶
غروب شفق بحری..	۱۲/۲۹	صبح صادق....	۱/۵۸	درمیانی فاصلہ...	۱/۳۸

پھر جس قدر اوپر جائیں گے وقت کم ہوتا رہے گا، حتی کہ: ۵۶/عرض البلد (گلاسگو) میں ۲۰/جون سے: ۱۲/جولائی تک بحری شفق غائب ہی نہیں ہوگی۔ اور: ۵۸...۶۰/عرض البلد (بالائی اسکاٹ لینڈ) میں: ۱۲/مئی سے: ۲۵/جولائی تک شفق مذکور غائب ہی نہیں ہوتی، ان دنوں میں ساری رات شفق پر اجالا رہتا ہے۔.......... یہاں مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(۱)...... جو ممالک: ۴۵/عرض البلد پر ہیں وہاں شفق ابیض اور صبح صادق میں بہت کم فاصلہ رہتا ہے، اس لئے شفق ابیض کے بعد عشاء ادا کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

(۲)...... جب ان اوقات میں رمضان آجائے تو تراویح، سحری وغیرہ مسائل بھی حل طلب ہوجائیں گے، یعنی جہاں شفق ابیض اور صبح صادق میں فاصلہ ہی نہیں ہوتا وہاں سحری کب ختم کی جائے گی؟

(۳)...... مثلین کے بعد غروب تک سردیوں میں صرف گھنٹہ بھر کا فاصلہ رہتا ہے، تو کیا حنفی المسلک مثل ثانی میں نماز عصر ادا کرسکتا ہے؟.....

راقم نے اس سلسلہ میں ایک مفصل جواب لکھا ہے جس میں تمام سوالات کا حل ہے، جو صدق جدید لکھنؤ، جلد: ۲۰/شمارہ نمبر: ۳۴/۳۵/میں شائع ہوگیا ہے۔

(امداد الفتاوی جدید ص ۴۵۶ ج ۱)

اقامت کا جواب امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوۃ سب دیں

مسئلہ:...... اقامت کا جواب امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوۃ سب دیں۔

اس پر ایک اور حاشیہ میں یہ عبارت ہے:

''انما فی الجواب بحث من وجوه : اما الاول : فلان الرواية المنقولة متعلقة بالاذان ، والسائل يستفتی عن حكم الاقامة ، و جوابه : انه استدل بالنظير على النظير ، لان الاقامة فی الجواب مثل الاذان وهو ظاهر ، واما الثانی : فلأن سببية السماع فی غير الفارغين مسلم ، واما الفارغون فلا ، لانه دعاء لغير الفارغين لا للكل ، فيكون الجواب عليهم لا على الكل ، وجوابه : ان شرعية الجواب لمراعاة حسن الادب مع داعی الله وهو لا يختص بغير الفارغين ، ويؤيد ما قلنا ما قال العلامة الشامی فی رد المحتار : حيث قال : هل يجيب اذان غير الصلوة كالاذان للمولود لم اره لائمتنا ، والظاهر نعم ، ولذا يلتفت فی حيعلته كما مر وهو ظاهر الحديث الا ان يقال : ان ال فی العهد آه ما فيه اقول : فان كان للجنس والاستغراق فظاهر ، وان كان للعهد فلا يضر فی ما نحن فيه ، لانه يشمل ح كل اذان للصلوة ، وفيه المدعی''۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن مناسب یہ تھا کہ مندرجۂ ذیل عبارت استدلال میں پیش کی جاتی:

''ويجيب الاقامة ندبا اجماعا كالأذان و يقول عند " قد قامت الصلوة " اقامها الله و ادامها''۔

(درمختار ص ۳۷۱ ج ۱، كتاب الصلوة ، باب الاذان ، قبيل مطلب : هل باشر النبی صلى الله عليه وسلم الاذان بنفسه)

''قوله :اجماعا ، قيد لقوله ندبا ، أی ان القائلين باجابتها اجمعوا على الندب ،

ولم یقل احد منهم بالوجوب ، کما قیل فی الاذان ''۔(رد المحتار)

مذکورہ عبارات اپنے اطلاق کی وجہ سے امام، مقتدی اور فارغ عن الصلوۃ سب کو شامل ہیں، اور بالخصوص امام کے بارے میں مندرجہ ذیل حدیث بھی دلیل ہے:

''عن ابی امامة او عن بعض اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم : ان بلالا أخذ فی الاقامة ، فلما ان قال :'' قد قامت الصلوة '' قال النبی صلی الله علیه وسلم : اقامها الله و ادامها ، وقال فی سائر الاقامة کنحو حدیث عمر فی الاذان ''۔

(ابوداؤد ص ۸۵ ج ۱، باب ما یقول اذا سمع الاقامة ، رقم الحدیث: ۵۲۸)

(امداد الفتاوی جدید ص ۴۵۸ ج ۱)

تکبیر تحریمہ کے بعد قیام کی ادنی مقدار

مسئلہ:......تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے، اور اس کی ادنی مقدار ایک تسبیح یا تین تسبیح کے قدر ہے.....البتہ یہ جو عادت ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ اول ہی سے رکوع میں پہنچ جاتے ہیں، ان لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر ادا کرنے کے بعد تین یا ایک تسبیح کے برابر کھڑا رہنے کی ضرورت مسبوق کے لئے کسی روایت فقہی سے ثابت نہیں، اس لئے سوال نمبر: ۱۸۱ر کے جواب میں جو کچھ حضرت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے وہ اس پر شاہد ہے، اور اس میں بحوالہ شامی یہ الفاظ بھی منقول ہیں ''لو کبر قائما فرکع ولم یقف صح ''یعنی اگر صرف تکبیر تحریمہ بحالت قیام ادا کر کے رکوع میں چلا گیا اور مزید کچھ قیام نہیں کیا تو نماز صحیح ہو گئی۔اس لئے اس جگہ جو نماز نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے اس میں کچھ تسامح ہوا ہے، صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔(امداد الفتاوی جدید ص ۴۷۱ ج ۱)

سرین ایک عضو ہے یا دو؟ اور مرد کے ستر کے آٹھ اعضاء ہیں

مسئلہ:......سرین ایک عضو ہے، اور فخذ ورکبہ ملا کر ایک عضو۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: لیکن سرین دو ہیں، اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ عضو ہیں، حلقہ دبر (محل براز) الگ تیسرا عضو ہے، اسی طرح رانیں بھی دو ہیں، اور ہر ران مع اس کے گھٹنہ کے ایک عضو ہے۔ طحطاوی رحمہ اللہ نے حاشیہ ''درمختار'' میں تفصیل کی ہے کہ مرد کے ستر کے آٹھ اعضاء ہیں:

(۱)......ذکر اور اس کا ماحول۔ (۲)......خصیتین اور ان کا ماحول۔ (۳)......دبر (محل براز) اور اس کا ماحول۔ (۵/۴)......دو سرین۔ (۷/۶)......دو ران مع گھٹنہ۔

(۸)......اور ناف کے نیچے سے عانہ تک، اور اس کے محاذی پہلو کا حصہ۔

(شامی ص ۳۸۰ ج ۱، زکریا، دیوبند۔ ص ۴۰۹ ج ۱، کراچی۔ سعایہ ص ۸۷ ج ۲، مکتبہ اشرفیہ، دیوبند)

(امداد الفتاوی جدید ص ۴۹۰ ج ۱)

نماز میں ایک سورت کے فاصلہ کا حکم

مسئلہ:......اگر درمیان میں بڑی سورت چھوٹ جاوے جس میں دو رکعت ہو سکیں جائز ہے، چھوٹی ناجائز۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: فقہاء کرام کی عبارتیں اس مسئلہ کے بیان میں غیر واضح ہیں، بلکہ بعض عبارتوں سے تو متبادر وہی ہوتا ہے جو حضرت قدس سرہ نے اپنے سابق جواب میں تحریر فرمایا ہے، یعنی بڑی سورت وہ ہے جس میں دو رکعت ہو سکیں اور چھوٹی وہ ہے جس میں دو رکعت نہ پڑھی جا سکیں، لیکن صحیح وہ ہے جو حضرت قدس سرہ نے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

.....چونکہ اس مسئلہ میں عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے، اس لئے قدرے تفصیل کرنا

مناسب معلوم ہوتا ہے۔

دوسورتوں کے درمیان ایک سورت چھوڑنے کی کراہت کی وجہ ہجر وتفضیل کے شبہ سے بچنا ہے۔

''ویکره فصله بسورة بین سورتین قرأهما فی رکعتین لما فیه من شبهة التفضیل والهجر''۔(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۵۲، الصلوة ، فصل فی مکروهات الصلوة)

پس اولی یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جوسورت پڑھی ہے اسی سے متصل بعد والی سورت دوسری رکعت میں پڑھی جائے ،اگرایک سورت چھوڑ کر پڑھے گا تو اس کا ہجر (چھوڑنا) اور بعدوالی کی تفضیل (ترجیح بلامرجح) لازم آئے گی۔

''اذا قرأ فی کل رکعة الحمد والسورة ، فانه یقرأ سورة اخری فی الرکعة الثانیة متصلة بالسورة الاولی ، وان أراد ان یفصل بینهما ینبغی أن لا یفصل بسورة أو بسورتین ، وانما یفصل بسور ، هکذا روی فی الحدیث''۔(حموی براشباہ ص۲۱۱ ج۱)

لیکن دوسورتوں کا چھوڑنا احادیث سے ثابت ہے،آپ ﷺ کی جمعرات مغرب کی نماز میں سورۃ الکافرون اورسورۃ الاخلاص تلاوت فرماتے تھے۔

''ولو ترک سورتین فالصحیح انه لا یکره ایضا ، لما روی جابر بن سمرة رضی الله عنه : کان النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی المغرب لیلة الجمعة : قل یایها الکافرون ' و قل هو الله احد ، رواه ابوداؤد وابن ماجة''۔

(کبیری ص۴۶۲، الصلوة ، تتمات فیما یکره من القرآن)

لہذا دوسورتوں کا فصل جائز ہوا،اوران میں ہجر وتفضیل کا شبہ نہ رہا،کراہت صرف ایک سورت کے چھوڑنے میں ہوگی ،خواہ وہ سورت چھوٹی ہو یا بڑی،لیکن بعدوالی سورت اتنی بڑی ہوکہ اسے دوسری رکعت میں پڑھنے سے اس کا پہلی رکعت سے طویل ہونا لازم آتا ہوتو

اس عارض کی وجہ سے ایسی طویل سورت کا چھوڑنا جائز ہوگا، کیونکہ ہر رکعت میں کامل سورت پڑھنا افضل ہے۔اور دوسری رکعت کوطویل کرنا مکروہ ہے۔اور جہاں یہ عارض نہ ہو وہاں پہلی سورت سے متصل جوسورت ہے اسی کو پڑھنا اولی ہے اوراس کو چھوڑکر (خواہ وہ بڑی ہو جس میں دو رکعت ہوسکیں یا چھوٹی ہو) بعد والی سورت پڑھنا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولی ہے،اور یہ کراہت فرائض میں ہے،نوافل میں ایک سورت چھوڑنا جائز ہے۔

''ویکره الفصل بسورة قصيرة (در مختار) أما بسورة طويلة بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فلا يكره ، شرح المنية كما اذا كانت سورتان قصيرتان''۔(شامی ص۴۰۴ ج۱، كتاب الصلوة ، باب صفة الصلوة)

''ولو قرأ في كل ركعة سورة و ترک بين سورتين سورة يكره لما قلنا (أى لانه يوهم الاعراض والترجيح بلا مرجح) الا ان تكون تلك السورة اطول من التى قرأها فى الركعة الاولى بحيث يلزم منه اطالة الركعة الثانية اطالة كثيرة فحينئذ لايكره ''۔(کبیری قدیم ص۴۶۳، كتاب الصلوة ، تتمات فيما يكره من القرآن)

(امدادالفتاوی جدید ص۵۴۱/۵۴۲ ج۱)

نوٹ:......از: مرتب: اوپر ''کبیری'' کی عبارت میں جمعرات کی مغرب میں آپ ﷺ کا سورۂ کافرون اورسورۂ اخلاص پڑھنا منقول ہے،اورحوالہ ''ابوداؤد'' اور ''ابن ماجہ'' کا دیا گیا ہے،راقم الحروف کوان دونوں کتابوں میں یہ روایت نہیں ملی۔البتہ ''مشکوۃ'' اور ''شرح السنۃ'' میں یہ حدیث ہے۔بظاہر ''کبیری'' کے حوالہ میں تسامح ہے۔

(شرح السنة ص۸۱ ج۳، باب القراءة فى الصبح ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۶۰۵۔ مشكوة، باب القراءة فى الصلوة ، الفصل الثانى ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۸۵۷)

زلۃ القاری کے تدارک کے بعد صحت صلوۃ کا حکم

مسئلہ:......اگر کوئی شخص نماز میں ﴿ اما من ثقُلت موازینه فامُّه هاوية ﴾ پڑھ جائے، پھر فوراً ہی صحیح کرلے تو نماز صحیح ہوجائے گی۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: جو زلۃ مفسد نماز ہے، اگر اسی رکعت میں اس کا تدارک کرلیا جائے، یعنی لوٹا کر صحیح پڑھ لیا جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں: حضرت مجیب قدس سرہ نے ''صحت صلوۃ'' کو اختیار کیا ہے، اور ''عالمگیریہ'' کے جزئیہ اور حضرت اقدس مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے قول سے استشہاد کیا ہے۔

(طحطاوی ص ۲۶۷ ج ۱، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة ، بحث زلة القارى)

......کیونکہ اس قسم کی غلطی سے احتراز ناممکن ہے، لہذا دفعاً للحرج اور عموم بلوی کے پیش نظر صحت صلوۃ کا قول اختیار کیا گیا ہے۔

''الفتح الرحمانی'' میں ہے:

مسئلہ:......ان الصلوة اذا جازت من وجوه و فسدت من وجه يحكم بالفساد احتياطا الا فى باب القراء ة ، لان للناس عموم البلوى ، كذا فى الظهيرية ۔

دوسرا قول......البتہ شیخ عبدالوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی (متوفی: ۷۶۸ھ) نے اپنے منظومہ میں فساد صلوۃ کو اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں: ''وان لحن القارى ' واصلح بعده اذا غير المعنى الفساد مقرر''۔

''فتاوی کاملیہ'' ص: ۱۳ر میں ہے:

''سئلت عمن لحن فى الصلوة لحنا يغير المعنى ، ثم أعاد ما لحن فيه صحيحا ، هل تفسد صلوته ؟

فالجواب ...... ان صلوته تفسد بذلک ، وان اعاد ، و قد اشار الی ذلک صاحب الوهبانیه بقوله : وان لحن ، الخ، قال شارحها الشرنبلالی : صورتها : المصلی اذا لحن فی قراءته لحنا یغیر المعنی کفتح لام " الضالین " لا تجوز صلوته ، وان اعاد بعدها علی الصواب''۔

''فتاوی قاضی خان'' میں ہے:''ان اراد ان یقرأ کلمة فجری علی لسانه شطر کلمة اخری فرجع و قرأ الاولی أو رکع ولم یتم الشطر ان قرأ شطرا من کلمة لو أتمها لا تفسد صلوته ، لا تفسد صلوته بشطرها ، وان ذکر شطرا من کلمة لو اتمها تفسد صلوته ' تفسد صلوته بشطرها ' وللشطر حکم الکل ، هو الصحیح''۔

(فتاوی قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری ص۱۵۳ ج۱، فی فصل قراءة القرآن خطأ ، الخ)

فیصلہ: ......اختلاف روایات کے وقت فیصلہ کی دو راہیں ہوتی ہیں: ترجیح یا تطبیق، حضرت مجیب قدس سرہ نے اور مذکورالصدر حضرات نے ترجیح کی راہ اختیار کی ہے، اور صحت صلوۃ کو ترجیح دی ہے۔

بعض حضرات تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہیں، پھر تطبیق کی دو صورتیں ہیں:

اول ......فساد صلوۃ کی روایت فرائض کے لئے اور صحت صلوۃ کی روایت نوافل وتراویح کے لئے۔

دوم ......فساد صلوۃ کی روایات احتیاط وتقوی اور استحباب اعادہ پر محمول کی جائیں، جیسا کہ 'فتاوی دارالعلوم دیوبند' (قدیم) ۲/۲۳۲ رمیں ہے کہ: حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اگر اعادہ کرایا ہو تو وہ احتیاط اور اولیت کا درجہ ہے، چنانچہ بہتر یہی ہے کہ نماز کا اعادہ کرلیا جائے''۔اور فتوی صحت صلوۃ پر ہو۔ (امداد الفتاوی جدید ص۵۸۷/۵۸۸ ج۱)

آبادی سے دور رہنے والے اور گھر پر نماز پڑھنے والے کے لئے اذان

مسئلہ:......کوئی شخص آبادی سے دور رہتا ہے تو اسے نماز کے لئے اذان اور اقامت کہنی چاہئے۔اسی طرح کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کے لئے اذان واقامت کہنا مستحب ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں:ان مسائل میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ اذان و اقامت ایک ذکر ہیں،ان کا بلند آواز سے پکار کر کہنا ان کی ماہیت میں داخل نہیں ہے، چنانچہ نومولود کے کان میں جو اذان واقامت کہی جاتی ہے وہ محض جہر سے کہی جاتی ہے، جہر مفرط سے نہیں کہی جاتی،اس لئے ان مسائل کا مطلب یہ ہے کہ جن جن صورتوں میں اذان واقامت مستحب ہیں ان میں بطور ذکر اذان واقامت کہی جائے گی معروف طریقہ پر اذان کہنا مقصود نہیں ہے۔(آداب اذان واقامت ص ۷۸)

مضحی پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی

قربانی کے ایک مسئلہ پر حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی رحمہ اللہ کے فتوی کی تصدیق وتائید میں تحریر فرمایا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب صحيح ، والمؤيدون مصيبون :...... مضحی پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی،اور ''المعتبر مكان الاضحية'' کی رو سے جہاں جانور قربان کیا جارہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے، پس اگر سعودیہ میں: ۱۳/ ذی الحجہ ہوجائے اور ہندوستان میں: ۱۲/ ذی الحجہ ہوتو سعودیہ میں قربانی نہیں ہوسکتی، کیونکہ مکان اضحیہ میں قربانی کا وقت ختم ہوگیا ہے، جبکہ یہ بھی شرط ہے۔واللہ اعلم حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

مذکورہ فتوی میں گجرات کے جن مفتی صاحب کے اختلاف کا ذکر ہے وہ قربانی میں نفسِ وجوب اور وجوبِ ادا کو علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں، اور نفس وجوب کا سبب غنا (مالداری) کو قرار دیتے ہیں، اور وجوبِ ادا کا سبب وقت کو گردانتے ہیں، جیسے زکوۃ اور صدقۃ الفطر میں یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، حالانکہ زکوۃ میں مالکِ نصاب ہونے کے بعد کئی سالوں کی زکوۃ مقدم ادا کی جاسکتی ہے، اور صدقۃ الفطر میں ''رأسٌ يَمُونُهُ وَيَلِي عَلَيهِ'' (وہ ذات جس کا خرچہ آدمی برداشت کرتا ہے اور جس کی سرپرستی کرتا ہے) کے تحقق کے بعد متعدد سالوں کا صدقۂ فطر پیشگی ادا کیا جاسکتا ہے۔ اور نماز' روزے میں یہ چیزیں ساتھ ہیں، خطابِ خداوندی سے نفس وجوب آتا ہے، اور وقت وجوبِ ادا کا سبب ہے، چنانچہ ظہر کا وقت ہونے کے بعد ایک ہی ظہر ادا کی جاسکتی ہے، متعدد ظہر کی نمازیں ادا نہیں کی جاسکتیں۔ قربانی میں بھی یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ ہیں ،قربانی کا وقت شروع ہونے کے بعد خطابِ خداوندی متوجہ ہوتا ہے اور اس سے نفسِ وجوب آتا ہے، اس لئے جب تک قربانی کرنے والے پر قربانی کا وقت نہیں آئے گا اور اس کی طرف خطابِ خداوندی متوجہ نہیں ہوگا، اس کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں۔

اور دوسری صورت میں مکانِ اضحیہ کا بھی اعتبار ہوگا، یعنی جہاں جانور ذبح کیا جارہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے، اگر قربانی کے ایام گذر گئے ہیں تو قربانی درست نہیں ہوگی، اگرچہ قربانی کرنے والے کی جگہ ابھی ایام قربانی چل رہے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

واللہ اعلم حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

(فتاوی رحیمیہ ص ۴۲۴ ج ۵، مکتبۃ الاحسان دیوبند)

حکومت کا وظیفہ لینا جائز ہے، اس پر ایک شبہ اور اس کا جواب

حکومت کا وظیفہ (جھوٹ اور دھوکہ کے بغیر ہو تو) لینا جائز ہے۔ کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ حکومت کا مال معلوم نہیں کن کن ذرائع سے حاصل ہوتا ہے؟ ہوسکتا ہے وہ ناجائز ذرائع سے حاصل ہوا ہو۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ملکیت بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے، مثلاً ٹیکس کی رقم گورنمنٹ نے لوگوں پر ظلم کر کے لی، یا جرمانہ کر کے لی تو گورنمنٹ مالک ہوگئی پھر وہ کسی کو دیتی ہے تو ملکیت بدل گئی، اور ملکیت بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ اور دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو گوشت صدقہ کیا گیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: بریرہ کے لئے صدقہ ہے، اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملکیت بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ (علمی خطبات ص۲۹۴ ج۱)

سونے چاندی کے دانت لگے ہونے کی حالت میں نماز جائز ہے

سونے چاندی کے دانت لگے ہونے کی حالت میں نماز جائز ہے، جیسا کہ جیب میں سونے، چاندی کے سکے ہوں تو نماز درست ہے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ سونے کا استعمال مرد کے لئے جائز نہیں تو جواب یہ ہے کہ ضرورت کے وقت دانت میں سونے کا استعمال جائز ہے۔
(علمی خطبات ص۲۹۷ ج۱)

جس ریسٹورنٹ میں حرام گوشت استعمال ہوتا ہو اس کی آمدنی حرام ہے

ریسٹورنٹ میں حرام گوشت استعمال کیا جاتا ہو تو ایسی آمدنی حرام ہے۔ اور یہ مسئلہ کے حلال آمدنی بھی ہو تو غالب کا اعتبار ہے۔ یہ مسئلہ ریسٹورنٹ کے لئے نہیں ہے، بلکہ وہ اگر کسی کی دعوت کرے یا ہدیہ دے تو اس دعوت کھانے والے کے لئے اور ہدیہ دینے والے

کے لئے ہے کہ وہ ہدیہ قبول کرے یا نہ کرے؟ چندہ لے یا نہ لے؟ مگر ریسٹورنٹ والے کے لئے تو ایک پیسہ بھی حرام ہے، کیونکہ مٹکا بھرا ہوا دودھ ہو اس میں پیشاب کا ایک قطرہ ڈال دیا جائے تو سارا ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آدمی کی آمدنی میں ایک ڈالر بھی حرام کا آجائے گا تو ساری آمدنی گندی ہو جائے گی۔ (علمی خطبات ص ۲۹۸ ج ۱)

بینک اور حرام اشیاء بیچنے والے ریسٹورنٹ میں ملازمت کا حکم

جس ریسٹورنٹ میں حرام گوشت یا شراب بیچی جاتی ہو وہاں نوکری نہیں کرنی چاہئے، دوسری نوکری تلاش کرے، جب مل جائے تو یہ کام چھوڑ دے۔

یہی حکم بینک کی ملازمت کا ہے، اس ملازمت کی تنخواہ جائز ہے، کیونکہ بینک کے پاس صرف سود ہی نہیں ہوتا، اور بھی ذرائع آمدنی ہوتے ہیں، بینک ڈرافٹ بناتا ہے، اور فیس لیتا ہے، یہ جائز ہے۔ (علمی خطبات ملخص ص ۲۹۸ ج ۱)

آفس سے سیدھے مسجد آنے والوں کا کوٹ، پتلون پہن کر نماز پڑھنا

جو لوگ کام پر سے سیدھے مسجد آتے ہیں ان کو کوٹ، پتلون اور ٹائی وغیرہ پہن کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، مگر جب کام سے فارغ ہو کر گھر سے مسجد آئیں تو اسلامی لباس پہن کر آنا چاہئے۔ جیسے آفس جانے کے لئے یونیفارم ہے، اللہ تعالے کے دربار میں آنے کے لئے بھی ایک یونیفارم ہے، اور وہ اسلامی لباس ہے۔ (علمی خطبات ملخص ص ۲۹۹ ج ۱)

مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ٹوٹنے میں کس قول پر فتوی دینا چاہئے

معتکف عذر کی وجہ سے مسجد سے نکل گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک فوراً اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر اکثر دن مسجد سے باہر رہا تو

اعتکاف ٹوٹے گا، اور آدھے دن سے پہلے لوٹ آیا تو اعتکاف باقی رہے گا، امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو قیاس کے مطابق اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو گنجائش والا قول قرار دیا ہے، لہذا لوگوں کو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے مطابق مسئلہ بتانا چاہیئے، لیکن اگر کوئی مسجد سے نکل گیا اور نصف یوم سے پہلے واپس آ گیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق فتوی دینا چاہیئے، اور آئندہ کے لئے مسجد سے نہ نکلنے کی تاکید کرنی چاہیئے۔ (تحفۃ الالمعی ص ۱۸۲ ج ۳)

حلال جانور کی سات چیزیں کھانا مکروہ ہے اور ''فتاوی رحیمیہ'' کا تسامح

سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں: ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود (یعنی) حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے، اور خون سائل قطعی حرام ہے، باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے، مگر بعض روایات میں کڑوے (پتہ) کی کراہت لکھتے ہیں، اور کراہت تنزیہیہ پر حمل کرتے ہیں۔......

مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حرام چیزوں میں نر کا عضو تناسل (ذکر) بھی داخل ہے، اور حرام مغز سے مراد غدود ہے جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے۔

اس پر تحریر فرماتے ہیں: بکری وغیرہ مذبوح جانور کی سات چیزیں مکروہ ہیں، امام محمد رحمہ اللہ کی ''کتاب الآثار'' (ص: ۱۱۶) میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی مرسل روایت ہے:

''کره رسول الله صلی الله علیه وسلم من الشاة سبعا : المَرارة ' والمَثانة ' والغُدَّة ' والحَیاء ' والذَّکر ' والانثیین والدم ، والحدیث اخرجه الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر ، والبیهقی عن مجاهد مرسلا ، وعنه عن ابن عباس موصولا کما فی العزیزی ''۔ (ص ۱۷۱ ج ۳)۔ (اعلاء السنن ص ص ۱۳۰ ج ۱۷)

سات چیزوں کی تفصیل:

(۱)......المَرارة: پتّا (جگر سے ملی ہوئی صفرا کی تھیلی)۔

(۲)......المَثانة: گردوں سے نکل کر پیشاب کے جمع ہونے کی تھیلی۔

(۳)......الغُدَّة: غدود، گوشت کی گانٹھ جو کسی بیماری کی وجہ سے بن جاتی ہے۔"قاموس" سے علامہ شامی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:" کل عقدة فی الجسد ، أطاف بها شحم ، و کل قطعة صلبة بین العصب ، ولا تکون فی البطن "۔(شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

(۴)......الحَیاء: (بالقصر)الحَیاء (بالمد) کھر اور سُم والے جانوروں کی فرج، پیشاب کے سوراخ کے گرد جمع ہونے والی کھال، بکری وغیرہ کی کھال اتارے بغیر پکائی جائے تو فرج کو کاٹ دینا ضروری ہے۔

(۵)......الذَّکر: عضو تناسل، یہ پٹھا (رگ) ہوتا ہے، جس میں سے پیشاب نکلتا ہے، اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔

(۶)......الانثیین: فوطے، کپورے، خصیے۔

(۷)......الدم: غیر سائل خون جو گوشت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے۔

"تفسیر عزیزی" (سورۃ البقرہ کی آیت: ۱۷۳) میں جو"الدم" آیا ہے، اس کا مصداق حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ نے دم مسفوح کو قرار دیا ہے، پھر لکھا ہے:

آمدیم بر آنکہ خونے کہ حرام و ناپاک ست کدام خون ست؟ خونے کہ در رگہائے جاری میشود فقط یا خونے کہ بر گوشت چسپیدہ، مستعد پوشیدن صورت لحمی گردیدہ؟ نزد امام اعظم حرام و ناپاک ہماں خون جاری ست۔ وقطراتِ خون کہ بر گوشت چسپیدہ می باشد نہ حرامند و نہ ناپاک۔ اگر گوشت را ناشستہ بپزند خوردنش رواست، اما خلاف نظافت طبع ست۔

ترجمہ:......اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کونسا خون ناپاک وحرام ہے؟ آیا وہ خون کہ رگوں میں جاری رہتا ہے؟ یا وہ خون کہ گوشت سے چسپیدہ ہوکر بہ صورت گوشت ہوجاتا ہے؟ امام اعظم صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک وہی جاری حرام اور ناپاک ہے، اور قطرات خون کے کہ گوشت پر چسپیدہ ہوتے ہیں حرام اور ناپاک نہیں ہیں، اگر ایسے گوشت کو بغیر دھوئے پکالیا تو اس کا کھانا جائز ہے، لیکن خلاف لطافتِ طبیعت ہے۔

(تفسیر عزیزی ص ۸۰۸، تفسیر سورۂ بقرہ۔ بستان التفاسیر ترجمہ تفسیر عزیزی ص ۱۱۴)

اس کے بعد دو باتیں رہ جاتی ہیں:

ایک:...... یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ فقہ کی کتابوں میں اس سلسلہ میں دونوں قول ہیں، میری ناقص رائے میں یہ ''اساءۃ'' کے درجہ کی کراہیت ہے۔ یہ تحریمی اور تنزیہی کے درمیان کا درجہ ہے، یعنی نہ صرف خلاف اولی ہے اور نہ قطعی حرام، بلکہ ان کا کھانا برا ہے، ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔

دوم......کراہت ان سات چیزوں میں منحصر ہے یا اور بھی اجزاء مکروہ ہیں؟ جواب یہ ہے کہ حصر نہیں، حدیث میں بطور مثال سات چیزوں کا ذکر ہے، چنانچہ فقہاء نے اور چیزیں بھی بڑھائی ہیں۔ ''فتاوی رضویہ'' میں بہت سی چیزوں کو مکروہ لکھا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ''فتاوی رحیمیہ'' میں اس سلسلہ میں دو فتوے ہیں، ایک جلد دوم (ص ۲۲۳) میں ہے، اس پر کسی نے اشکال کیا ہے، تو دوسرا فتوی جلد نہم (۳۲۲) میں ہے، اور دونوں فتووں کا مدار ''فتاوی رشیدیہ'' کے فتوی پر ہے، جو دونوں جوابوں میں منقول ہے، وہ فتوی بعینہ یہ ہے:

الجواب......سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں: (۱): ذکر، (۲): فرج مادہ، (۳):

مثانہ ،(۴): غدود، (۵): حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، (۶): خصیہ ، (۷): پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے، اور خون سائل قطعی حرام ہے، باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے، مگر بعض روایات میں کڑوے (پتہ) کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہیہ پر حمل کرتے ہیں۔

''فتاوی رحیمیہ'' جلد دوم میں غدود کے بعد ''یعنی'' بڑھایا ہے، جو ''فتاوی رشیدیہ'' میں نہیں ہے، اب حرام مغز: غدود کی تفسیر ہوگئی، چنانچہ ساتویں چیز ''خون سائل'' کو بنایا، یہ صحیح نہیں۔ دم مسفوح سات کے علاوہ ہے، اور قطعی حرام ہے، اور حرام مغز کو عربی میں 'النخاع' کہتے ہیں، حدیث میں اس کا ذکر نہیں، بلکہ دم کا ذکر ہے جس سے مراد دم غیر مسفوح ہے۔ ''کفایت المفتی'' (۸:۲۸۷) میں ہے کہ: حرام مغز نہ حرام ہے نہ مکروہ، یونہی بیچارہ بدنام ہوگیا۔ اور ''فتاوی رشیدیہ'' کے بعض نسخوں میں ''گردے'' کے بجائے ''کڑوے'' چھپا ہے، چنانچہ ''فتاوی رحیمیہ'' جلد دوم اور نہم میں کڑوے کے بعد ''پتہ'' بڑھادیا جو ''فتاوی رشیدیہ'' میں نہیں ہے۔ اور گردے کی کراہیت کی کوئی روایت نہیں ملی۔ اور ''فتاوی رشیدیہ'' کے مختلف نسخے دیکھنے سے تقریبا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ لفظ ''گردے'' ہے، کیونکہ پتہ کا ذکر اوپر آگیا ہے۔

پھر ''فتاوی رحیمیہ'' جلد نہم ص: ۳۲۲ر میں سائل نے پوچھا ہے کہ ''غدود اور حرام مغز ایک ہیں یا الگ الگ؟'' مفتی صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ ''حرام مغز سے مراد غدود ہے جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے'' یہ درست نہیں، حرام مغز اور غدود دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، غدود: گوشت میں پیدا ہونے والی گانٹھیں ہیں اور حرام مغز ریڑھ کی ہڈی میں سفید رگ ہے۔ (فتاوی رحمیہ ص: ۳۷۳/۳۷۴/۳۷۵ ج ۵، مکتبہ الاحسان، دیوبند)

مفتی سعید احمد پالنپوری

عالم اسلام کی عظیم شخصیت ، دار العلوم دیو بند کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ، حجۃ اللہ البالغہ، بخاری اور ترمذی کے شارح، عظیم مفسر، حق گو ناصح و واعظ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی وفات پر لکھا گیا ایک تعزیتی عریضہ جو رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اس میں حضرت کے اوصاف و کمالات، آپ کی تصانیف، چند معمولات اور آپ کے قابل تقلید حالات وغیرہ موضوعات پر چند باتیں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر...... جامعۃ القراءات، کفلیتہ

تعزیتی عریضہ بروفات: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ، شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت مولانا محمد امین صاحب پالنپوری وحضرات صاحبزادگان حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری (رحمہ اللہ) مدظلکم، رزقکم اللہ صبرا جمیلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد سلام مسنون امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔ رمضان کے بابرکت اور فضیلت والے مہینے میں حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات کا حادثۂ جانکاہ پیش آیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ، اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوّضنا خیرا منھا ، للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار، ندعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما و جزیلا ، انّ العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

یہ سرائے دہر مسافروں بخدا کسی کا مکان نہیں
جو مکین اس میں تھے کل کہیں آج ان کا نشان نہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف آپ حضرات ہی نہیں، بلکہ عالم اسلام ایک بہت بڑی نعمت سے محروم ہوگیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کا حادثۂ ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ ایسے نازک وافسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی

چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ اشعار جو انہوں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمائے تھے، آپ کی خدمت میں پیش کرنا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے ؎

اِنِّیْ اُعَزِّیْکَ لَا اَنِّی عَلٰی طَمْعٍ مِنَ الْخُلُوْدِ وَ لٰکِنْ سُنَّةَ الدِّیْنِ

فَمَا الْمُعَزِّی بِبَاقٍ بَعْدَ صَاحِبِهٖ وَلَا الْمُعَزّٰی وَاِنْ عَاشَ اِلٰی حِیْنٍ

میں تعزیت پیش کرتا ہوں، مگر خلود کی لالچ میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ دین اسلام کا طریقہ ہے۔

نہ تعزیت کنندہ باقی رہنے والا ہے اس کے دوست کے بعد، نہ تعزیت کیا جانے والا، اگرچہ دونوں اجل مسمی تک زندہ رہیں۔

آپ کو رنج ہوگا کہ آپ یتیم ہو گئے، حضرت رحمہ اللہ کی وفات بھی اپنے وطن اقامت سے دور ہندوستان کے ایک قدیم اور مشہور شہر بمبئی میں ہوئی، اور ملک میں ہی نہیں دنیا بھر میں وبائی حالات کی وجہ سے آپ حضرات کی جنازہ میں شرکت بھی ممکن نہیں تھی، اس لئے یہ غم پر غم مزید ہو گیا، مگر مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار صبر ہے۔ کسے خیال تھا کہ دیوبند کی سرزمین علم وعمل پر اپنی زندگی کی قیمتی عمر خدمت علم میں صرف کرنے والا یہ بحر علوم بمبئی کی زمین میں آسودۂ خواب ہوگا۔

اس وقت رہ رہ کر مرحوم کی خوبیاں یاد آ رہی ہیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے قیمتی تصانیف، باصلاحیت تلامذہ اور علماء اور حفاظ کی حامل آپ جیسی اولاد چھوڑیں، جو ان کے لئے یقیناً

صدقۂ جاریہ ہیں۔

خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔ اللہ تعالی مرحوم کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے، اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

حضرت کے چند اوصاف وکمالات

مرحوم بڑے صفات کے مالک تھے۔ علم وسیع، نظر میں گہرائی و گیرائی، دور حاضر کے محقق، منجھے ہوئے مصنف ومؤلف، کہنہ مشق استاذ، علم مستحضر، حاضر جوابی میں یکتا اور فرد فرید، خطابت میں بھی بے نظیر، فرقۂ باطلہ کے رد میں بے مثال معلومات کے حامل، حق گوئی میں لاثانی، بڑے سے بڑے کے سامنے جو کہنا ہوتا تھا کہہ سکتے تھے اور کہہ دیتے تھے۔ شان استغناء میں اسلاف کے حقیقی جانشین۔ تفسیر وحدیث اور فقہ میں کمال صلاحیت کے ساتھ جملہ علوم وفنون کے ماہر تھے۔ تحریر انوکھی، انداز خطابت نرالا، سوالات کے جوابات ہر وقت حافظہ میں محفوظ، دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس جیسے گوناگوں اوصاف وکمالات کے مالک۔ ع

خدا بخشے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

تصنیفی خدمات

حضرت رحمہ اللہ جید الاستعداد تھے۔ فراغت کے بعد راندیر کے زمانۂ تدریس ہی میں جب کہ آپ کی عمر تیس سال سے زائد نہ تھی، نہ صرف یہ کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم کا مطالعہ شروع فرمایا، بلکہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم کی تسہیل کا آغاز کیا، یہ حوصلہ ہر کوئی نہیں پاتا، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کا علم گہرا، استعداد میں پختگی کے ساتھ محنت

ومطالعہ کا ذوق ہو۔

اسی زمانہ میں آپ نے فقہ کے ایک مشکل مسئلہ ''حرمت مصاہرت'' پر تفصیلی مواد جمع فرمایا۔اور امکانی حد تک مسئلہ کے تمام گوشوں پر کلام فرما کر مسئلہ کو واضح فرمایا۔''مسئلہ پر آخری نظر'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اللہ کے فضل وکرم سے مسئلہ کے تمام گوشوں پر مفصل بحث کی جا چکی ہے، یہاں ایک مرتبہ پھر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دقیق اور دور رس نگاہ نے حرمت مصاہرت کے ثبوت کی ایسی عمدہ علت نکالی ہے کہ تمام آیات، احادیث و آثار بے تکلف اس پر ٹھیک منطبق ہو جاتے ہیں، البتہ دیگر ائمہ کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مذہب پر بہت سے آثار اور احادیث کو ترک کرنا پڑے گا''۔(حرمت مصاہرت ص۸۰)

اسی طرح اصول تفسیر کے مشہور رسالہ ''الفوز الکبیر'' کی شرح ''العون الکبیر'' لکھی۔ علامہ طاہر پٹنی کی ''المغنی'' کی عربی شرح تالیف فرمائی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے علوم کو سمجھنا بھی ہر کسی کے لئے آسان نہیں ہے، بڑے غور و تدبر سے مطالعہ کرنے والا ہی سمجھ پاتا ہے، تاہم بعض مواقع پر صاحب استعداد بھی ہمت ہار جاتا ہے۔حکیم الامت رحمہ اللہ کے فتاوی جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے ایک بے نظیر مجموعہ ہیں، اور اس صدی کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہیں۔ان میں تفسیر و حدیث اور فقہ کے ساتھ فرقۂ باطلہ کا رد، تزکیہ کے اصول، جدل و مناظرہ کے قواعد اس قدر جمع ہو گئے ہیں کہ یہ ایک کتب خانہ کے قائم مقام ہو گیا ہے۔حضرت رحمہ اللہ نے اس پر حاشیہ کا کام شروع فرمایا، مگر کچھ تو اپنی مشغولی اور بعض ایسے اسباب جن کا اظہار مناسب نہیں ہے کی وجہ سے اس حاشیہ کا کام بند ہو گیا یا بند کرنا پڑا۔

اس حاشیہ میں آپ نے عربی عبارات کی تصحیح، مجمل مضامین کی تشریح، دقائق کی توضیح، کہیں کہیں حوالہ، منتشر مسائل کی نشاندہی، کہیں تشنگی تھی تو تکمیل، بعض طویل عبارتوں کی تلخیص، فارسی فتاوی کی اردو میں ترجمانی، بعض متعلقات کے اضافے، بعض مواقع پر تسامح پر تنبیہ، ایک جگہ حاشیہ قدیمہ پر جرح، بعض عبارتوں پر اس سے زیادہ مناسب عبارتیں وغیرہ کا قابل رشک کارنامہ انجام دیا، **فجزاه الله تعالى احسن الجزاء**۔

اب ماشاءاللہ حضرت مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب مدظلہ نے اس پر مثالی کام کر کے مکمل فتاوی پر مفید حواشی لکھ کر طبع فرمادیا ہے، جو یقیناً ایک قابل فخر خدمت ہے، اللہ تعالی انہیں بھی اس عظیم خدمت کا دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

حضرت رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے یقیناً فقہ میں بصیرت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ ''امداد الفتاوی'' اور'' فتاوی دار العلوم دیوبند'' پر آپ کے مفید حواشی قابل مطالعہ ہیں۔ بعض جگہوں پر کسی مسئلہ میں حکیم و ڈاکٹر سے رجوع کی ضرورت محسوس فرمائی تو ماہر حکیم صاحب سے رجوع کر کے مسئلہ کو واضح کیا۔

''فتاوی دار العلوم دیوبند'' کی آخری غالباً چھ جلدوں پر آپ نے نظر ثانی فرمائی، اور ضروری مواقع پر بڑا مفید اور پر مغز کلام فرما کر اپنی فقہی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔

''بخاری شریف'' اور'' ترمذی شریف'' پر جو تقریر شائع ہے، بعض امور میں کئی شروحات سے فائق ہیں۔ باب کے شروع میں مسئلہ کی حکمت اس انداز سے بیان فرمائی ہے کہ قاری کے سامنے باب اور مسئلہ کی نوعیت آجاتی ہے، اور مسئلہ پر ایک طرح کی بصیرت سے واقفیت کے بعد دوسرے مباحث کا مطالعہ دلچسپ بن جاتا ہے۔ بخاری اور ترمذی کی شرح میں آپ نے دوسری شروحات کی نری تقلید اور نقل کا طریقہ نہیں اپنایا، بلکہ

بہت معتدلانہ کلام فرمایا، نہ اس قدر طویل کے پڑھنے والا اکتاہٹ محسوس کرے، اور نہ اس قدر مختصر کے مطلب کو سمجھنے میں دشواری ہو۔ اور حل کتاب میں تو یہ دونوں شروحات لا جواب ہیں، عبارت معرب، ترجمہ، اور باب کے شروع میں کام کی باتیں، اختلاف ائمہ اور اپنے مسلک کی برتری اور اس پر بضرورت دلائل کا اضافہ، اور دوسرے مسالک کے دلائل کے جوابات بڑے سلیقہ اور ایک مرتب انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ بعض مواقع پر حدیث کی تشریح میں اپنی رائے بھی دی ہے، اور یقیناً وہ آپ کی حدیثی مہارت کی بین دلیل ہے۔

کہیں کہیں دوران درس اپنے حالات بھی ذکر کئے ہیں، اور اپنے اساتذہ کے حالات یا ان کے ملفوظات بھی سنائے، کئی جگہوں پر علامہ بلیاوی رحمہ اللہ کے قیمتی اور مختصر جملے نقل فرمائے ہیں۔

''حجۃ اللہ البالغہ'' حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی بڑی معرکۃ الآراء تصنیف ہے، اس میں فقہ الحدیث اور اسرار شریعت کا نہایت عمدہ بیان ہے، حضرت رحمہ اللہ نے اس کی بڑی مفصل شرح تحریر فرمائی، جو ہزاروں صفحات پر پانچ ضخیم جلدوں میں شائع ہے۔ دو صدی سے امت پر ایک قرض تھا جو حضرت رحمہ اللہ نے ادا فرمایا۔ چند اکابر پہلے بھی اس کی شرح کی تمنا لئے ہوئے غریق رحمت ہوئے، مگر اللہ تعالی نے یہ کام آپ کے مقدر میں طے کر رکھا تھا، جو الحمد للہ بڑی کامیابی سے وجود میں آیا، فجزاہ اللہ تعالی احسن الجزاء۔

اللہ تعالی کا خاص فضل یہ بھی ہوا کہ آپ کے قلم سے ایسی تصانیف وجود میں آئیں جن کا بار بار مطالعہ کیا جاتا ہے۔ کتنے اکابر کی بہترین تصانیف ہیں جنہیں ایک بار مطالعہ کے بعد قاری رکھ دیتا ہے، مگر حضرت رحمہ اللہ کی اکثر تصانیف ایسی ہیں جو روزانہ مطالعہ میں رہتی ہیں، اور بار بار شائع ہو رہی ہیں۔

پھر اپنی بات پر اڑ جانے کی عادت بھی نہیں تھی، بلکہ جہاں حق واضح ہوتا تو رجوع فرمالیتے۔ ''حدیث جساسہ'' میں پہلے آپ نے ایک کلام کیا، اور ایک محشی کے دلائل سے متأثر ہوکر اس حدیث پر ایک حکم لگایا، پھر اہل علم کے توجہ دلانے پر مسئلہ کی غلطی واضح ہوگئی تو رجوع فرما کر ایک تحریر بھی شائع کردی۔

حق گوئی میں علماء دیوبند کے حقیقی وارث

حق گوئی میں حضرت رحمہ اللہ اپنے اسلاف کے حقیقی جانشین اور علماء دیوبند کے صحیح وارث تھے۔ مداہنت وخود ساختہ مصلحت سے ان کی زندگی پاک تھی، بروقت بڑے بڑے سے آدمی کو بھی جو کہنا ہوتا تھا وہ کہہ دیتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ وصف صرف علم سے نہیں بلکہ عمل اور اللہ تعالی سے ایک خاص تعلق اور یقین کی صفت سے متصف ہی شخصیت کا خاصہ ہے۔

اہل علم ہوں یا اہل خانقاہ، اہل تمول ہوں یا اہل تبلیغ کسی سے مرعوب نہ ہوکر بلاخوف و لومۃ لائم آپ نے احقاق حق کا فریضہ انجام دیا۔ بلکہ آج سے چند سال پہلے تک اکابر علماء کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ دعوت وتبلیغ کی بے اصولی، اور بے انتہا غلو، اور بیانات میں بے احتیاطی پر کچھ لب کشائی کریں، مگر حضرت رحمہ اللہ نے نہ صرف دارالعلوم کی مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوکر درس میں بلکہ عمومی بیانات اور علمی واصلاحی مجالس میں کھل کر تنقید کی، اور ان کی غلطیوں کو ڈنکے کی چوٹ اجاگر کیا، جس سے دوسرے اہل علم کو بھی کچھ نہ کچھ ہمت ہوگئی۔

دور حاضر کے بگڑے ہوئے خانقاہی نظام، اور غیر مستند واقعات، اور اولیاء کی من گھڑت کرامات، اور تصوف کے نام پر دنیا کمانے والے صوفیوں پر بھی جو کہہ سکتے تھے ذرہ

برابر ادریغ نہیں فرمایا۔مثلا فرماتے تھے کہ: حدیث کا کتب حدیث میں ہونا ضروری ہے، بزرگوں کے ملفوظات میں حدیث ہواور کتب حدیث میں نہ ہواس کا اعتبار نہیں۔اسی سلسلہ میں فرمایا: حکایات اولیاء کوآنکھ بند کر کے نہیں مان لینا چاہئے ،اس کی تحقیق کی جائے یہ صحیح بھی ہیں یانہیں؟

انہیں یقیناً حق تھا کہ دارالعلوم اور جامعات اور مدارس کے نظام میں کوتاہی پر بھی تنقید کریں اور کی ، مدارس میں تعمیرات پر توجہ اور تعلیم سے بے پرواہی پر بھی خوب نصیحتیں کیں اور تنقید بھی فرمائی۔الغرض کسی شعبے کی کوتاہی سے بے اعتنائی نہیں برتی۔

اور یہ حضرت کے اخلاص اور للّٰہیت کی دلیل تھی کہ بڑوں بڑوں نے ان کی کڑوی باتیں سنیں،اور کسی کوحضرت رحمہ اللہ کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

مَجاز (بفتح المیم) نہیں ،مُجاز (بضم المیم) ہے

ایک مجلس میں ایک عالم نے مفتی.....صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ: حضرت! یہ مفتی.....صاحب،حضرت مولانا مفتی.....صاحب رحمہ اللہ کے مَجاز(بفتح المیم) ہیں،فورافرمایا:مَجاز (بفتح المیم) نہیں،مُجاز(بضم المیم) ہے۔مَجاز تو حقیقت کے مقابل ہوتا ہے،اور مُجاز: اجاز یجیز کا اسم مفعول ہے،اجازت یافتہ۔

نوٹ:...... میں نے بعد میں ایک نجی مجلس میں تبصرہ کرتے ہوئے مزاحا کہا کہ: اس زمانہ کے اکثر بزرگوں کے خلفاءمَجاز ہی ہیں،مُجاز کم ہی ہیں۔

اہل تبلیغ آپ کو دیوبندی کہتے ہیں؟ دیوبند سے انہوں نے کیا رابطہ رکھا؟

ایک مرتبہ ڈیوزبری کے مشہور تبلیغی مرکز میں تشریف لائے، وہاں کے ذمہ دار حضرات بھی شریک ہوئے، اور مرکز کے امیر حافظ صاحب رحمہ اللہ بھی موجود تھے، کسی بات پر

حضرت نے صاف صاف فرمایا: حافظ صاحب آپ اپنے آپ کو دیو بندی کہتے ہو؟ دیو بند کب آتے ہوں؟ اور دیو بند سے کیا رابطہ رکھا ہے؟ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کے بعد آپ لوگوں نے دیو بند سے تعلق کم کرلیا اور اب تو بالکل ہی ترک کر دیا۔

اسی مجلس میں ایک صاحب آئے تو حافظ صاحب نے ان کا تعارف کرتے ہوئے کہا: یہ عورتوں کے شعبہ کے ذمہ دار ہیں، فورا فرمایا: عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا تو جائز نہیں، اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ: آپ کی بات سے ہمیں تکلیف ہوئی، آپ نے فرمایا: میں نے شریعت بیان کی ہے، آپ کو شریعت کے بیان سے تکلیف ہوتی ہوتو اپنے ایمان کی خبر لے۔

آج کل کے تعزیتی جلسے ناجائز ہیں

ہمارے معاشرے میں ہی نہیں بلکہ ہمارے دینی اداروں اور جامعات تک میں تعزیتی جلسوں کا رواج بہت زور پکڑ گیا ہے، کس کی مجال ہے کہ تنقید کرے، فوراً اس کے بارے میں اکابر کے مخالف ہونے کا فتوی لگ جاتا ہے۔ کیا ہمارے اکابر اس طرح کے تعزیتی جلسے کرتے تھے؟ کیا انہوں نے تعزیتی جلسوں کے عنوان سے ہزاروں نہیں لاکھوں روپے کا اسراف کیا؟ مرنے والے کی تعریف میں غلو کیا؟ اسٹیج پر بیٹھ کر تصاویر بنوائیں؟ حاشا وکلا، ہمارے اسلاف ان رسوم ورواج سے محفوظ اور بری تھے۔ یہ آج کے نام نہاد اکابر کا تو طریقہ ہوسکتا ہے۔ ان جلسوں میں جن میں لاکھوں روپیوں کا اسراف ہوں کون اسے جائز کہے گا؟ حضرت رحمہ اللہ نے اس غلط اور ناجائز رواج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنوں اور پرایوں سے بہت کچھ سنا، مگر آپ کے پایہ استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا اور راہ مستقیم سے نہ ہٹے۔ اللہ کرے ہمارے اداروں اور علماء کو اس طرح کے اسراف اور فضول

خرچی کے جلسوں سے توبہ کی توفیق نصیب ہو، مدارس کا مال اس طرح کے جلسوں کے لئے نہیں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ: ہم ان جلسوں میں مدرسہ کا مال خرچ نہیں کرتے، ان سے میری درخواست ہے کہ: آپ ہی تو ترغیب دیتے ہیں، آپ اس طرح خرچ کرنے والوں کو کیوں ترغیب نہیں دیتے کہ بھئی یہ پیسے آپ بجائے اس طرح کے تعزیتی جلسوں اور حسن قرأت کے سیمناروں اور قرائت مسابقوں کے بجائے غریب اساتذہ کی تنخواہ کے اضافوں یا ان کے لئے ہدیہ یا اور کسی ضرورت کے کام میں استعمال کریں۔ یہ سب ریاء اور شہرت کے جلسے ہیں الا ماشاءاللہ۔

راقم نے اپنے مضمون میں اس طرح کی کئی تنقیدات کو ایک مستقل عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔

راقم کی عادت ہے کہ صاحب علم کی مجلس میں کوئی علمی سوال پوچھوں، یا کوئی شبہ ہو تو ضرور پیش کروں، بعض لوگ اسے ناپسند بھی کرتے ہیں، لیکن ایسے اہل علم کی صحبت بار بار کہاں نصیب ہوسکتی ہے، اس لئے ان مواقع کو غنیمت سمجھ کر کوئی سوال کر لیا کرتا ہوں۔ حضرت رحمہ اللہ اس عاجز سے بہت محبت فرماتے تھے، اور حوصلہ افزائی کا معاملہ فرماتے، چونکہ باٹلی میں حضرت کا قیام ہمارے رفیق مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ کے یہاں رہتا تھا، اس لئے ساتھ رہنے اور ان کے فیض سے مستفیض ہونے کے کئی مواقع ملے۔ ایک مجلس میں خادم سے فرمایا: بھئی! ''علمی خطبات'' لاؤ اور ایک نسخہ منگوا کر بھری مجلس میں صرف راقم کو عنایت فرمایا، ساتھ ہی چند جملے بھی ارشاد فرمائے، انہیں نقل کرنا مناسب نہیں۔

میں نے جب حضرت رحمہ اللہ کے علوم سے فائدہ اٹھا کر ''حدیث وسنت میں فرق'' نامی رسالہ لکھا، اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا، تو مطالعہ فرما کر بڑی دعائیں دیں اور

دیو بند جا کر خود اپنے مکتبہ سے شائع کروایا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ دار العلوم کی تاریخی اور اکابر دیو بند کی یادگار مسند ''دار الحدیث'' میں ''بخاری شریف'' کے سبق میں اس عاجز کا نام لے کر اس رسالہ کے مطالعہ کی ترغیب دی۔ یہی وجہ بنی کہ دار العلوم کے ایک استاذ محترم نے اس کے رد میں ''نقد و نظر'' لکھی، جب راقم کو وہ رسالہ ملا تو ''جوابا'' ''بحث و نظر'' لکھنا پڑا۔

ایک مجلس میں، میں نے سوال کیا کہ حضرت: وہ سنت اور حدیث کے فرق کا اختلاف ابھی جاری ہے یا ختم ہو گیا؟ تو فرمایا: میاں وہ اختلاف علمی کہاں تھا؟ وہ تو سیاسی اختلاف تھا، ختم ہو گیا، اور اب سب سنت و حدیث کا فرق مان گئے۔

کیا عورتوں کا گھر میں اعتکاف کرنا ثابت ہے؟

ایک مجلس میں، میں نے پوچھا حضرت! ہمارے یہاں مسئلہ ہے کہ عورتیں مسجد میں اعتکاف نہ کریں بلکہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں، کیا حضرات صحابیات یا خیر القرون میں عورتوں کا گھروں میں اعتکاف کرنا ثابت ہے؟ فرمایا: آج تک نظر سے نہیں گذرا کہ صحابیات یا خیر القرون میں کسی عورت نے گھر میں اعتکاف کیا ہو۔

آپ کے کچھ حالات و معمولات

حضرت رحمہ اللہ کے علمی شغل نے آپ کی عملی زندگی کو پوشیدہ رکھا، ورنہ آپ کو اللہ تعالی نے علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی سے بھی مالا مال فرمایا تھا، اگر چہ آپ کا فطری ذوق علمی تھا اور تصوف سے زیادہ مناسبت نہیں تھی، تاہم آپ ابتدا ہی سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ رمضان سہارنپور خانقاہ میں گزارتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے کمرہ یا گھر سے وضو کر کے مسجد جانے کی عادت تھی۔ اپنے اساتذہ کی خدمت بھی خوب کی، استاذ کی خدمت کے لئے تہجد سے پہلے بیدار ہو جاتے تھے۔ طالب علمی کے

زمانہ میں ایک مدرسہ سے معمولی بات پر آپ کا اخراج ہوگیا، بڑی منت وسماجت کے باوجود دوبارہ داخلہ نہ ہوسکا تو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، یہ اخراج رحمت بن گیا کہ بعد میں دارالعلوم دیوبند میں استاذ اور شیخ الحدیث اور صدر مدرس کے منصب تک فائز ہوئے۔

اپنے استاذ حضرت علامہ بلیاوی رحمہ اللہ کے ساتھ ''مقبرہ قاسمی'' میں جایا کرتے تھے، اور سنت کے مطابق ایصال ثواب کا اہتمام فرماتے تھے، قبرستان کی حاضری میں بھی غلواور قبروں پر مراقبہ وغیرہ کرنے کے قائل نہیں تھے، بلکہ اس پر کھل کر نکیر بھی فرمائی۔

عاجزی کا انداز اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یوم الشک کا روزہ نہیں رکھتے تھے، اور اپنے آپ کو عوام میں سمجھتے تھے کہ خواص کو اس کی اجازت ہے۔ یہ بھی تواضع کی بات ہے اپنے شاگرد کے فتوی کو اپنی تحقیق میں بطور دلیل پیش کیا ''جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں''؟ اس مسئلہ کی تحقیق میں اپنے مایۂ ناز شاگرد حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ کے فتوی کو بطور دلیل نقل فرمایا۔

پورے قرآن کریم کے رکوعوں پر غور فرمایا تو یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ایک جگہ سورۂ واقعہ کے پہلے رکوع کا نشان قابل اشکال ہے، بقیہ تمام رکوع صحیح جگہوں پر لگائے گئے ہیں۔

احرام ہوائی جہاز سے پہلے باندھ لیتے تھے، مگر نیت ہوائی جہاز کے چلنے کے بعد کرتے تھے۔ حرمین شریفین میں عورتوں کو نماز کے لئے مسجد لے جاتے تھے۔ عرفات میں جمع بین الصلوتین کے قائل تھے۔ ریل اور ہوائی جہاز میں بعض اعذار کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل فرماتے اور نماز نہ پڑھتے تھے، بعد میں نماز کی قضا فرمالیتے۔ فرماتے تھے کہ: تکبیر تشریق نفلوں کے بعد بھی پڑھنی چاہئے اور میں پڑھتا ہوں۔

اشعار کا ذوق نہیں تھا، طالب علمی کے زمانہ میں خوب اشعار یاد کئے، مگر اپنے استاذ کی نصیحت پر اس سے دوری اختیار فرمالی۔

برطانیہ میں رویت ہلال کے موضوع پر بیان کرنے سے باہر کے آئے ہوئے اکثر خطباء ہی نہیں اکابر علماء بھی گریز کرتے ہیں، مگر حضرت رحمہ اللہ نے کئی اسفار میں اس موضوع پر کھل کر بیان فرمایا، اور اپنا موقف صاف صاف ظاہر فرمایا۔ آپ کو قطعا اس کا خوف نہ تھا کہ کوئی میری عزت کرے یا توہین۔ ایک دو واقعات اس طرح کے ناخوش گوار پیش بھی آئے، مگر آپ نے اظہار حق میں مداہنت گوارہ نہ فرمائی۔ اور ایسا ہوا بھی کہ بعض شہروں میں حضرت کا تشریف لے جانا ہوا، تو وہاں کے بعض اکابر علماء اس مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے ملاقات تک کے لئے نہیں آئے، مگر اس سے حضرت کا کیا نقصان ہوا۔

رنگون میں بدھ مذہب کا ایک بڑا مندر بنا ہوا ہے، لوگ دور دور سے اس کو دیکھنے جاتے ہیں، حضرت سے بھی اسے دیکھنے کی درخواست کی تو انکار فرمادیا۔

بلا معاوضہ تدریسی خدمات

اللہ تعالی نے مالی اعتبار سے وسعت عطا فرمائی تھی، اس لئے کسی کے محتاج نہ تھے، بلکہ ایک مرتبہ برطانیہ کے سفر میں جس میں اہل مال کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد حاضر تھی بہت صاف صاف فرمایا: آپ لوگ یہ خیال نہ کرنا کہ میں یہاں پیسوں کے لئے آتا ہوں، الحمدللہ ہزاروں روپیہ زکوۃ کی رقم خود نکالتا ہوں۔ دار العلوم میں تدریسی خدمت للہ فی اللہ انجام دی، اور تنخواہ لینے کی نوبت کم ہی آئی، بلکہ شروع کے سالوں میں جو تنخواہ لی تھی وہ بھی واپس کر دی۔

اخیر میں اس بدوی کے دو شعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت

عباس رضی اللہ عنہما کی وفات پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے، ممکن ہے کہ آپ کے لئے یہ اشعار سامان تسلی بنیں ۔

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَإِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ

خَيْرٌ مِنَ العَبَاسِ اَجْرُكَ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے، کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔فقط والسلام۔

حضرت رحمہ اللہ نے جس سادگی سے زندگی گذاری اسی سادگی سے موت کا سفر بھی فرمایا، کرونا کی وباء اور کرفیو کا سماں، اس حالت میں چل بسے کہ نہ لوگوں کو جنازہ میں شرکت کا موقع نہ تعزیت کے لئے جانا ممکن۔ عجیب بات ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے آج کل کے اسراف اور فضول خرچی پر مشتمل تعزیتی جلسوں پر بلا خوف اور کھل کر نکیر فرمائی، اور اہل علم کے اس غیر مناسب ہی نہیں بلکہ ناجائز عمل پر تنقید کا حق ادا کر دیا۔اللہ تعالی نے مرحوم کو ایسے وقت میں اپنے پاس بلایا کہ نہ کوئی شور و ہنگامہ، نہ مجمع کی کثرت، اور نہ تعزیتی جلسوں کی گنجائش، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۔

سفر کی موت شہادت کی موت ہے

موت کا حادثہ بھی اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور پیش آیا، غریب الوطنی کی موت خود باعث فضیلت، یہ بھی اللہ تعالی کی نرالی شان ہے کہ جس شخصیت کی زندگی کے قیمتی ایام دیوبند جیسے مشہور اور تاریخی قصبہ میں اور دار العلوم جیسے مرکزی ادارہ میں دین کی آبیاری اور

اشاعت دین وعلم میں گذرے، موت کے لئے سینکڑوں میل دور کا سفر کرواکر شہادت کی سعادت سے نوازا۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور یکے آب ودانہ یکے خاک گور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سفر کی موت شہادت کی موت ہے۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فیمن مات غریبا ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۶۱۳)

ایک اور حدیث میں سفر کی موت کی یہ فضیلت آئی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک صاحب کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا، جن کی ولادت بھی وہیں ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: کاش کہ ان کی موت اپنی جائے ولادت کے علاوہ کہیں اور ہوئی ہوتی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اپنی جائے ولادت کے علاوہ کہیں اور انتقال کرتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے اس کی موت کی جگہ تک جتنا فاصلہ ہے اتنی جگہ اس کو جنت میں (مزید) عطا کی جاتی ہے۔

(نسائی، باب الموت بغیر مولدہ ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۸۳۱۔ابن ماجہ، باب ما جاء فیمن مات غریبا ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۶۱۴)

کئی مرتبہ خیال آیا کہ اگر حضرت کی وفات کا حادثہ دیوبند میں پیش آتا تو نہ جانے اپنے متعلقین اور تلامذہ کے علاوہ خلق خدا کی کس قدر بڑی تعداد جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرتی، اللہ تعالی کی کیا حکمت تھی کہ ہزاروں تلامذہ کے اس محبوب استاذ کی جدائی پر

چند افراد ہی شریک جنازہ ہوسکے۔

جنازہ میں کم شریک ہونے والوں کی تعداد کے چند تاریخی واقعات

کرونا وباء کی وجہ سے حضرت رحمہ اللہ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بھی کم تھی، اس پر مجھے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کا منظر یاد آ گیا، خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد آپ کی نماز جنازہ صرف: ۱۷/۱۷افراد نے پڑھی ہے۔ (سیر الصحابہ ص۲۲۱ ج۱)

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں ایک مختصر سی جماعت شریک تھی، اس لئے کہ آپ کا حادثۂ وفات مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر زبدہ کے مقام پر ہوا تھا، اورآپ ﷺ کی پیشنگوئی کے مطابق ایک قافلہ نے ان کی تدفین وتکفین کا انتظام کیا۔

(سیر الصحابہ ص۵۷، ج۲، حصہ۳)

حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی ایسا ہی ہوا کہ دو ہم سفر رفقاء نے ان کی نماز ادا کی۔ بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان کو یہاں کا حاکم بنایا تھا، چند دنوں کے بعد انہیں معزول کر کے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ مقرر کیا، اوران کو تحریر فرمایا کہ: فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر حضرت علاء حضرمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہوگئے، لیکن فرمان خلافت کے ساتھ ہی پیام اجل بھی پہنچ گیا، اور راستہ میں مقام ''لیاس'' میں انتقال فرما گئے۔ یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب وگیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی، حسن اتفاق سے بارش ہوئی تو ساتھیوں نے بارش کے پانی سے غسل کا انتظام کیا، اور تلوار سے گڑھا کھود کر قبر تیار کی۔ اس طرح بحرین وبصرہ کے حاکم اس بے سرو

سامانی کے ساتھ ایک بے آب وگیاہ میدان میں سپرد خاک کئے گئے۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص۱۷۵ جلد۴، حصہ ہفتم)

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ مشرکین کی قید میں گرفتار تھے کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اور آپ کسی طرح قید سے رہا ہوکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے مگر معاہدہ کی بناء پر واپس کئے گئے، پھر راستہ میں جو واقعہ پیش آیا وہ تاریخ میں محفوظ ہے، بالآخر مدینہ منورہ سے دور ایک ساحلی مقام پر قیام کیا، اور رفتہ رفتہ یہ جگہ مظلوم مسلمان جماعت کی پناہ گاہ بن گئی، کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے اس آزاد گروہ کے بارے میں پیغام بھیجا کہ حضرت ابوجندل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آجائیں اور دوسرے حضرات اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے جائیں، یہ گرامی نامہ ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر تھے، خط مبارک ہاتھ میں لے کر پڑھتے پڑھتے روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا۔ اس ویرانہ میں نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں تھی۔

(سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص۲۵۹ جلد۴، حصہ ہفتم)

اور تو اور حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم پر نماز جنازہ پڑھنے والے کیا ہزاروں تھے؟

ان کے علاوہ سینکڑوں حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین غزوات کے سفر میں شہید ہوئے، وہاں کوئی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک نہیں تھی۔

اسی طرح صلحاء اور اولیاء کے نہ جانے کتنے بزرگ اور علماء حج وعمرہ اور حصول علم کے مبارک سفر میں وفات پاگئے، ان کی نماز میں شریک ہونے والے بھی تھوڑے سے ہی افراد تھے۔

تاریخ میں ایسے کئی بزرگوں کے حالات مذکور ہیں جو بحری جہاز میں انتقال فرما گئے، ان کی نماز بھی چند حضرات نے پڑھی۔

رمضان میں موت کی فضیلت

پھر اللہ تعالی نے اپنے پاس بلانے کے لئے مہینہ بھی رمضان کا منتخب فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی موت رمضان المبارک میں ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت عرفہ کے دن ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت صدقہ کے موقعہ پر (یعنی صدقہ خیرات کے بعد ہو) وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ابونعیم شرح الصدور ص ۳۱۴۔ شمائل کبری ص ۲۴۶، جلد دہم، مطبوعہ: زمزم پبلیشرز، کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان میں مرنے والوں سے عذاب قبر اٹھالیا جاتا ہے۔ (شمائل کبری ص ۴۶۱، جلد دہم)

عمر کی یہ سعی مسلسل کارگر ہوتی گئی
زندگی لحظہ بلحظہ مختصر ہوتی گئی
سانس کے پردے پر یوں بجتا رہا ساز حیات
موت کے قدموں کی آہٹ تیز تر ہوتی گئی

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۴۱ھ مطابق: ۲۸؍مئی ۲۰۲۰ء، پیر

(۱)......مولانا یوسف ماما صاحب..........	(۲)......مفتی یوسف ساچا صاحب..........
(۳)......مولانا احمد سرکار صاحب.........	(۴)......مولانا سلیمان بوڈیات صاحب....
(۵)......مولانا سلیمان ماکڈا صاحب....	(۶)......قاری حنیف صاحب نرولی مدظلہم...